اوم



JUNE
1961

As. -9-

ایڈیٹر:- گورکھ ناتھ نندہ

ایڈیٹر
گورکھ ناتھ نندہ

چندہ سالانہ
سات روپے
7/-



قیمت فی پرچہ
56 نئے پیسے

ممالک غیر سے
نو روپے
9/-

فہرست مضامین جون سنہ ۱۹۶۱ء

باہتمام شری گورکھ ناتھ نندہ ایڈیٹر و پروپرائٹر و شری برہما نند بی اے پرنٹر و پبلشر کھنہ لیتھو پریس چاوڑی بازار دہلی میں چھپا اور دفتر رسالہ "اوم" اندرون اجمیری گیٹ دہلی ۱۵-۶-۶۱ سے شائع ہوا

پرارتھنا

مجھے دھرم وید سے ایشور سدا اس طرح کا پیار دے
کہ نہ موڑ دوں مکھ کبھی اس سے میں چاہے سر کو کوئی اتار دے
وہ کلیجہ رام کو جو دیا وہ جگر جو بدھ کو عطا کیا
وہ فراخ دل شمشیر کا گھڑی بھر مجھے بھی ادھار دے
نہ ہو دشمنوں سے مجھے گلہ کروں میں بدی کی جگہ بھلا
میرے دل سے نکلے سدا دعا چاہے کشٹ کوئی ہزار دے
نہیں مجھکو خواہش مرتبہ نہ ہے مال و زر کی ہوس مجھے
میری عمر خدمت خلق میں میرے ایشور تو گزار دے
نہ کسی کا مرتبہ دیکھ کر جلے دل میں زارِ حسد کبھی
جہاں پر رہوں رہوں مست میں مجھے ایسا صبر و قرار دے
مجھے پرانی ماتر کیواسطے کرو سوزِ دل وہ عطا پتا
جلوں غم میں اُن کے میں اسطرح کہ نہ خاک تک بھی غبار دے
میری ایسی زندگی ہو بسر کروں سر خرد تیرے سامنے
نہ کہیں مجھے میرا آتما ہی یہ شرم لیل و نہار دے
ہے پریم کی یہی کامنا یہی ایک اُس کی ہے آرزو
کہ وہ چند روزہ حیات کو تیری یاد میں ہی گزار دے

خدایا! یہ میری تو سن التجا
مجھے عشق میں اپنے شیدا بنا
سوا یاد تیری نہ ہو اور کام
رہوں یاد تیری میں ہر صبح و شام
حلاوت دے ایسی کہ بس جاؤں بھول
یہ فکر ہائے دنیا جو ہیں لبکہ طول
نگاہِ تلطف سے مجھ کو خدا
عدوان خمسہ سے لیجو بچا
غریب الوطن ہوں گم کردہ راہ
تھکا ماندہ ازبس میں ہوں یا اللہ
نہ ہمراہ رفیق ہے کوئی میرے ساتھ
مقابل میں دشمن لگائے ہیں گھات
ستاتے یہ ہیں دمبدم میری جان
نہیں چین آتا مجھے ایک آن
کروں کیا الٰہی! میں حیران ہوں
بحالت تذبذب پریشان ہوں
تو کر رحم حالت پہ میری خدا
شرارت سے اس نفس بد کے بچا
یہ در پردہ کرتا لیا مجھ سے کیں
ڈریں اولیا ہم ز مکر لعیں
یہ مارِ سیاہ آستیں کا میری
ہے کھاتا غذا خونِ دل کی میری
عزم نیک کرتا ہوں میں دل میں جب
بہانہ یہ صد پیش لاتا ہے تب
یہ امروز فردا پہ ہے ٹالتا!
نہ دل تئی میری بات ہے مانتا
یہ اپنی کرے ہے نہ مانے مری
ہوئی تلخ ہستی ہے اس سے مری
کرو دستگیری میری یا خدا
رہوں تا حضوری میں تیری سدا

کرم اور گیان

(از شری سنت ہری سنگھ جی مہاراج 6/11. ایسٹ پٹیل نگر نئی دہلی)

"پھل کارن پھولی بن رائے　　پھل پا کے توں پھول بلائے
گیانے کارن کرم ابھیاس　　گیان بھیا توں کرمیں ناس" (گوربانی)

دھرم گرنتھوں میں کرم پھل سے گیان کا پھل چونکہ بہت ادھک مانا گیا ہے۔ اس لئے کرم کی نسبت گیان کو بہت مہتوا حاصل ہے۔ اس بات کو دکھلانے کے لئے یہ نیچے کی آکھیا کا بیان کی جاتی ہے۔ چھاندوگیہ اُپنشد میں راجہ جان شرتی کا ذکر آیا ہے۔ اُپنشد بتلاتی ہے کہ راجہ جان شرتی مہادانی اُدار اور دھرماتما تھا۔ اُس نے غریب غربا کے تائیں دان کرم کی وجہ سے نیز اپنی اُدارتا کے سبب لوک میں کافی یش پراپت کیا تھا۔ اُس کے ہاں دان کرنے کے لئے بہت سا اَن روزانہ پکایا جاتا تھا۔ اُس نے اِسی آشے سے کہ سب یاتری اُس کا ہی انیہ کھادیں۔ جگہ جگہ دھرم شالائیں اور نواس استھان بنوا دیئے تھے۔ اِس سے اُس کا یہ مطلب تھا کہ اُن دھرم شالاؤں میں نواس کرنے والے لوگ اُس کا ہی اَن بھوجن کریں۔

ایک دن کا ذکر ہے کہ جب راجہ گرمی کے موسم میں شام کے وقت اپنے محل کی چھت پر بیٹھا تھا تو اُس نے دیکھا کہ ہنس اُڑتے ہوئے اُس کے محل کے اُوپر سے گزر رہے ہیں اور آپسمیں میں اس طرح بات چیت کرتے چلے جارہے ہیں۔ اُن میں سے ایک ہنس نے دوسرے سے کہا۔ ارے دیکھ راجہ جان شرتی کا تیج سورگ لوک کے سمان تمام طرف پھیل رہا ہے۔ تو اُسے مت چھو ایسا نہ ہو کہ وہ تجھے بھسم کر دیوے۔ ناظرین اس میں تعجب نہ کرنا کہ ایسا کیونکر ہو سکتا ہے۔ کیا بھلا کبھی پکھشی بھی آدمیوں کی طرح بات چیت کیا کرتے ہیں جیسے راجہ جان شرتی نے سُنا۔ تو اِس کا مختصر جواب یہ ہے کہ وہ پکھشی کوئی رِشی ہوں یا دیوتا۔ وہ جان شرتی راجہ کے گنوں سے سنتشٹ ہو کر اُسے کچھ سِکھشا دینے کی غرض سے ہی ہنس کے رُوپ میں اُس کے محل کے اُوپر سے گذرے تھے اور بات چیت بھی آپسمیں اُتنی ہی دُوری پر سے کرتے تھے کہ جسے راجہ بخوبی سُن پاوے۔ شاید اِس غرض سے ہی اُن کا آنا ہوا تھا کہ اِتنے مہان دان کرم سے راجہ کے من میں ابھیمان اُتپن نہ ہو جاوے کیونکہ نیک کام کرتے ہوئے ابھیمان کے بھی اُدے ہو جانے کی سمبھاونا ہو سکتی ہے۔ اس لئے راجہ کے بھی اُس اہنکار کا انکور پیدا نہ ہو جاوے۔ وہ اُسے اُپدیش دینے کے لئے اُس کے نزدیک ظاہر ہوئے تھے۔

اِس طرح جب اُڑتے ہوئے اگلے ہنس نے پچھلے ہنس پکھشی سے کہا تو اُسے سُن کر وہ بولا۔ ارے تو کس مہتو کو لیکر اِس راجہ کی اِس طرح اُستتی کرتا ہے۔ معلوم ہوتا ہے تو شاید اُس گاڑی دان رَئیک کو نہیں جانتا جسکے مقابلے میں یہ راجہ کچھ بھی وقعت نہیں رکھتا۔ اِس پر اُس نے پوچھا بھلا وہ رَئیک گاڑی دان کون ہے۔ اور کیسا ہے۔ تب اُس نے کہا سُن جیسا کہ وہ رَئیک ہے میں تمہیں سکھاتا ہوں۔ جس طرح لوک میں پاسا کھیلتے سمے جب چار انک والا پاسا جے لابھ کرتا ہے تو اُس کے دوارہ جیتے پراپت کرنے والے کے تین دو اور ایک انک والے تریتا، دواپر اور کلی نام والے نیچے کے تمام پاسے بھی پراپت ہو جاتے ہیں۔ اِسی طرح اِس راجہ کے دان پنیہ کرم کی تو بھلا بات ہی کیا ہے۔

یہ تمام پرجا جو بھی سادھو کرم یا دھرم انوشٹھان کرتی ہے وہ سب کا سب پھل رئیک کے ہی دھرم میں سما جاتا ہے۔ مطلب یہ ہے کہ تمام پرانیوں کے دھرم کا پھل اُس رئیک سے جانی ہوئی ودیا کے ہی انتربھوت ہے۔ اور نہ صرف اتنا ہی بلکہ دُوسرا بھی اگر کوئی اُس ودیا کو جانتا ہے جو اُس رئیک نے جانی ہے تو اُسے بھی اُس رئیک کی مانند تمام پرانیوں کے دھرم سمُوہ کا پھل پراپت ہو جاتا ہے۔ ایسی اُس رئیک کے پاس ودیا ہے جس کے برابر اسی راجہ جان شُرتی کے بڑے سے بڑے بھی دان کرم کا پھل تلنا نہیں کر سکتا۔ اناہ اے بھائی تو اُس رئیک کے مہتو کو نہ جان کر ہی یُوں اس راجہ اور اُس کے کرم کی بڑائی کر رہا ہے۔

ہنس پکھشیوں کی اِس سب وارتا کو جس میں اُس کی اپنی نندہ اور رئیک کی اُستتی کا سماچار دیا جا رہا تھا راجہ جان شُرتی نے محل کی چھت پر ٹہلتے ٹہلتے ہی سُن لیا اور نہ صرف سُنا ہی بلکہ شوک کے سمندر میں ایسا غرق ہُوا کہ اُسے اُس رات مُطلق نیند نہ آئی اور اس وچار میں رات بھر غلطاں رہا اور سوچتا رہا کہ بھلا وہ رئیک کون ہوگا اور اُس سے جانی ہوئی ودیا بھی کیسی ہوگی جس کے سامنے میرے تمام پُنیہ کرم انوشٹھان کو ہنس پکھشیوں نے ہیچ اور پوچ بتا دیا۔ اِس قسم کی چنتا اور فکر میں اُس کی وہ تمام رات گذری۔ دُوسرے دن صبح ہوتے ہی وندی جنوں یعنی بھٹوں دوارہ اُستتی یُکت واکیوں سے جگائے جانے پر اُس نے اُنہیں کہا کہ آپ لوگ کیا ہماری تعریف کرتے ہو آپ شائد اُس گاڑی وان رئیک کو نہیں جانتے جس کے سامنے میری کچھ تلنا نہیں ہو سکتی۔ تات پریہ یہ ہے کہ اُستتی اور پرشنسا کے یوگ تو وہی ہے میں نہیں اور پھر اُنہیں تبلایا کہ جس طرح پاسے کے اندر کرت نام والے پاسے کے دوارہ جیتنے والے پُرش کے ادھین باقی تینوں پاسے ہو جاتے ہیں اسی طرح میں نے سُنا ہے کہ جو کچھ بھی پرجا۔ ۔ ۔ ست کرم انوشٹھان کرتی ہے اُس کا تمام پھل اُس رئیک کو پراپت ہو جاتا ہے۔ یعنی اُس رئیک سے جانی ہوئی ودیا کے ہی انتربھوت ہو جاتا ہے۔ اناہ اے بھائی اُس رئیک کی کہیں ڈھونڈ ھ بھال کرو میں اُسے ملونگا اور اُس سے جانی ہُوئی ودیا کو بھی حاصل کرُونگا جس کے جان لینے پر تمام کرموں کے پھل خود بخود مِل جاتے ہیں۔ اور اگر کہیں اُس کا سماچار تمہیں مل جاوے تو اُسے میری ملنے کی خواہش کو تم اُسے کہہ دینا۔

رئیک کے درشن سمبندھی راجہ جان شُرتی کی اِس طرح کی اُتکٹ اچھا کو جان کر ایک سیوک اُس کی تلاش اور ڈھونڈ ھ بھال کے لئے چلا مگر اُس کے چن چکر سمجھنے کے لئے اُس نے راجہ سے پُوچھا اے بھگون یہ جو گاڑی وان رئیک ہے کیسا ہے تو اس پر راجہ نے اُسے ہنس پکھشیوں کے درمیان بیتی تمام وارتا کو ہُو بہو دوہرا دیا۔ چنانچہ اُس کے تمام کتھن کو سمرن رکھ کر وہ سیوک اُس رئیک کی کھوج کے لئے چلا۔ مگر باوجود کافی کوشش کے بھی وہ اُسے نہ پا سکا اور واپس آکر راجہ سے بولا کہ اے بھگون میں اُسے نہیں پا سکا اور نہیں جانتا کہ وہ رئیک کہاں ہے۔ مگر چونکہ راجہ کے من میں ہنس پکھشیوں کے وچنوں کی گہری چوٹ لگ چکی تھی اُسے بھلا رئیک کے ملے بنا کہاں چین تھا۔ لہذا اُس نے پھر سے سیوک سے کہا کہ ارے کیا تم نے ایکانت پردیش ندی تٹ اور گری گپھا آدی جہاں پر ایا مہاتما لوگ برہم ودیا سنت جن رہا کرتے ہیں۔ ایسے استھان دیکھے ہیں؟ اور اگر نہیں دیکھے تو میرے کہنے پر پھر ایک دفعہ جا کر اُس کی کھوج کر۔ اس طرح کہے جانے پر وہ پھر چلا اور جس طرح راجہ نے اُسے سمجھایا تھا اُس نے رئیک کی تلاش میں بن بن ندی تٹ اور گری گپھا آدی تمام چھانٹ مارے اور یہ لو اُس نے ایک چھکڑے کے نیچے کھاج کھجلاتے ہوئے رئیک کو دیکھا اور نشچے کیا کہ یقیناً یہ وہی گاڑی وان رئیک ہے جس کا پتہ راجہ نے دیا تھا کیونکہ جہاں انسی

نے اُسے دیکھا وہاں نزدیک ایک گاڑی بھی کھڑی تھی وہ اُس کے سمیپ پہنچا تو رَیک بیٹھ گیا۔ اور اُس نے کہا اے بھگون کیا گاڑی والے رَیک آپ ہی ہیں۔ اس طرح پُوچھے جانے پر رَیک نے جواب دیا "ارے ہاں میں ہی ہوں" یعنی اِس طرح اُسے "ارے" کہہ کر گویا اُس کا انادر ہی پرگٹ کیا۔ یُوں وہ سیوک اُسے جان کر اور ایسا سمجھ کر کہ اب میں نے رَیک کو جان لیا ہے۔ واپس آیا اور آ کے سب برتانت راجہ سے کہہ سُنایا۔ راجہ سُن کر خوش ہُوا اور اُس کے وہ شبدوں کے لئے چھ صد گائیں ایک ہار اور ایک رتھ جس میں دو کھچریں جُتی ہوئیں تھیں ہمراہ لے کر اور اُس سیوک کو آگے کر کے چلا۔ یُوں رَیک کے پاس پہنچ کر اُس نے نویدن کیا۔ اے بھگون۔ یہ چھ صد گائیں یہ ہار اور یہ کھچریوں سے جُتا ہُوا رتھ میں آپ کے لئے لایا ہُوں۔ آپ اس دھن کو سویکار کیجئے اور مجھے اُس دیوتا کا اُپدیش دیجئے جس کی آپ اُپاسنا کرتے ہیں۔

یہاں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ راجہ جان شرُتی سیوک کے کہنے سے رَیک کا گرہست آشرم سمبندھی سنکلپ اور دھن کی اچھا کو جان گیا تھا۔ اسی واسطے اُس کے لئے وِدیا پراپتی کے بدلے میں اتنا دھن لے آیا۔ مگر چہ خوب راجہ کی بات سُنتے ہی رَیک نے اُسے "شُودر" کہہ کر پکارا اور کہا ارے شُودر یہ گئوؤں کے سہت ہار اور رتھ تیرے پاس ہی رہیں مجھے اِن کی ضرورت نہیں۔ راجہ جان شرُتی بڑی بُری طرح اپمانت ہو کر لوٹا مگر چونکہ اُس رَیک سے جانی ہوئی وِدیا کو وہ اوشیہ پراپت کیا چاہتا تھا اور اُسے ہنس پکھشیوں کی سب بات سمرن تھی۔ اس لئے پھر آیا مگر اس بار بجائے چھ صد گائے کے وہ ایک ہزار گائیں ایک ہار۔ کھچریوں سے جُتا ہُوا رتھ اور اپنی کنیا بھی اُسے دینے کی غرض سے لایا۔

لیکن یہاں سوال پیدا ہوتا ہے کہ اتنے دھرماتما راجہ کو جو سچ مچ اتی شردھا اور وِنے سمپن ہو کر آوے اُس پر بھی اتنے دھن کے سہت وِدیا گرہن کرنے کے لئے آیا تھا رَیک نے اُسے "شُودر" کہہ کر کیوں پکارا۔ تو اس کے اندر آچاریوں کے بھن بھن سمادھان ہیں۔ ایک کہتے ہیں کہ ہنس پکھشیوں سے رَیک گاڑی وان کی مہما سُن کر راجہ کے اندر شوک کا آویش ہو گیا تھا جسے اپنی دِویہ درشٹی سے رَیک نے جان کر اُسے "ارے شُودر" ایسا کہا اور اپنی سروگیتا کا ہی پریچے دیا۔ دُوسروں کی رائے ہے کہ چونکہ راجہ فقط دھن دے کر ہی وِدیا لابھ کرنا چاہتا تھا شاریرک سیوا سے نہیں اس لئے بھی اُسے شُودر کہہ کر پکارا۔ پھر اور ہیں جو کہتے ہیں کہ راجہ چونکہ پہلی بار بہت تھوڑا دھن لایا تھا اس لئے کرودھ وش اُسے شُودر کہہ کر بُلایا کیونکہ بہت دھن لانے پر اُسے گرہن کر لینا ہی اس بات کو ثابت کرتا ہے۔ کچھ بھی ہو یہاں یہ کتھا اس بات کو بھی سُوچت کرتی ہے کہ وِدیا پراپتی کے لئے اگر اپمان بھی ہو تو اُس کی بھی پرواہ نہ کر کے شردھا اور بھگتی پُوربک ہی اُسے گرہن کرنا چاہئیے۔ باقی یہ امر بھی صحیح ہے کہ وِدیا پراپتی کے لئے شاریرک سیوا اور دھن ارپن آدی بھی پرم سادھن مانے جاتے ہیں۔ بس یہ ہی مختصراً اس سوال کا جواب ہے۔ اب پھر راجہ اور رَیک کی اگلی بات چیت سُنیئے۔

راجہ نے پہلے کی طرح رَیک سے کہا کہ اے بھگون! یہ ایک ہزار گائیں یہ ہار یہ کھچریوں سے جُتا ہُوا رتھ یہ آپ کی بھاریا (دھرم پتنی) ہونے کے لئے میری کنیا اور گاؤں بھی جس میں کہ آپ نواس کرتے ہیں سب لیجئے اور مجھے وہ وِدیا دیجئے جسے آپ جانتے ہیں۔ اور جسے جان کر کرتیہ کرت ہو رہے ہیں۔

راجہ کی اس طرح نمرتا پُوروک پرارتھنا کرنے پر رَیک نے کہا کہ اِس راج کنیا کے میرے تائیں سمرپن کرنے

کے دوارسے ہی تو مجھے بلوا کر مجھ سے ودیا لینا چاہتا ہے۔ اچھا تو یہ میں تمہیں سکھاتا ہوں تو اسے دھیان سے سن
ناظرین اس کے بعد رشی رئیک نے راجہ شرتی کو "سنورگ ودیا" دی جو پران ودیا یعنی سگن برہم ودیا سے متعلق ہے مگر ہم اسے یہاں نہایت مشکل پرکرن ہونے کی وجہ سے بیان نہیں کرتے کیونکہ وہ ایک شاستری وشے ہے جسے ہمارے پاٹھک شاید سمجھ نہ سکیں کیونکہ ہمیں تو اس لمبی چوڑی کہانی سے فقط کرم پھلوں کی نسبت ودیا کا مہان پھل دکھلا کر مہان گیان کا مہتو ہی درشانا ہے۔ اور یہی ہمارے اس پرستاؤ کا وشے ہے سنورگ ودیا مطلوب نہیں۔ کہانی بھی ہم نے اپنے پاٹھکوں کے لئے اس وجہ سے کہی ہے کہ ان پر کرم کی نسبت ودیا کی مہما پرگٹ ہو جائے۔ اور پھر یہ کہانی بھی ہماری من مانی کلپنا نہیں۔ یہ ویدک ہے اور اسے ہم ساکشات اپنشد سے لائے ہیں جیسا کہ اوپر بیان ہو چکا ہے کہ چھاندوگیہ اپنشد کے اندر اس کا تذکرہ ہوا ہے بلکہ اپنشد آخر میں بتلاتی ہے کہ وہ گرام جہاں کہ رشی رئیک رہا کرتے تھے اور جسے راجہ جان شرتی نے رئیک کو دے دیا تھا اب بھی وہ دیش پرسدھ ہے۔ اس لئے یہ من گھڑت رچنا نہیں بلکہ صحیح واقعات ہیں۔

یوں شرتی اور سمرتی پرتی پاوت تمام کرموں کی اپیکشا برہم ودیا کا درجہ بہت اونچا ہے۔ اور یہی بات اس مندرجہ بالا کہانی سے دکھلائی گئی ہے۔ کیونکہ مہادانی اودار راجہ شرتی نے کافی دھن دے کر بلکہ اپنا ایمان سمجھ کر بھی ودیا کو رئیک سے حاصل کیا تھا۔ اب اس بات کی تصدیق میں ہم چند بھگوت گیتا کے واکیہ بھی ترجمہ کے ساتھ بیان کرتے ہیں۔ انہیں بھی بغور سمجھ لیا جاوے۔

"नहि ज्ञानेन सदृशं पवित्रमिह विद्यते।
सर्वं कर्माखिलं पार्थ ज्ञाने परिसमाप्यते।
श्रेयान्द्रव्यमयाद् यज्ञाद् ज्ञानयज्ञः परंतप।
कर्मिभ्यश्चाधिको योगी तस्मात् योगी भवार्जुन।"

(1) مطلب۔ اے ارجن گیان کے سمان اس لوک میں کچھ پوتر نہیں
(2) " " " پھلوں کے سمیت تمام کرم گیان میں ہی سماپت ہو جاتے ہیں
(3) اے شترو تاپن۔ دروِیہ مے یگیہ سے گیان یگیہ شریشٹھ ہے
(4) اے ارجن۔ کرمیوں سے یوگی ادھک ہے اس لئے تو بھی یوگی ہو جا۔

(5) "वेदेषु यज्ञेषु तपःसु चैव दानेषु यत् पुण्यफलं प्रदिष्टम्।
अत्येति तत्सर्वमिदं विदित्वा योगी परं स्थानमुपैति चाद्यम्॥"

مطلب:۔ ویدوں میں یگیوں میں تپسیاؤں میں اور دان کرموں میں جو پھل بیان ہوا ہے۔ گیان اس سب کو جان کر الّنگھن کر جاتا ہے۔ اور آخر پرم پد پاتا ہے۔

مگر شاستر کے اس چھپے ہوئے راز کو مطلق نہ سمجھتے ہوئے اور "यावद् जीवेद् अग्निहोत्रं जुहुयात्" یعنی جب تک جیئے اگنی ہوتر کرم ہی کرتا رہے یا تو "कुर्वन्नेवेह कर्माणि जिजीविषेत् शतं समाः" یعنی کرموں کا کرتا ہوا ہی سو سال تک جینے کی خواہش کرے ایسا دی وید واکیوں کو ہی فقط پرمان روپ سے مانتا ہوا آج کل کا کرمی پرش تا جیون کرم کانڈ میں پھنسا رہتا ہے۔ کداچت بھی گیان کی پراپتی کے لئے پرتین نہیں کرتا اور اس طرح اس مانو جیون کے بڑے اُدیش سے بالکل ونچت رہ جاتا ہے۔ ہم یہ نہیں کہتے کہ ایسے وید واکیہ پرمان روپ نہیں ہیں۔ اور آدمی کو کرم انوشٹھان نہیں کرنا چاہیئے۔ بلکہ ہمارا مطلب تو یہ ہے کہ جہاں تک کرم انوشٹھان کی اوشکتا ہو ضرور کرم کرے لیکن اس سے مراد یہ ہرگز نہیں کہ ان کرموں کو ہی عمر بھر کرتا رہے اور کبھی بھی ان سے اپرام نہ ہو۔

شُرتی بھگوتی نے اگر سو سال یا جیون بھر کرم کرنے کی آگیا دی ہے تو وہ صرف کرموں میں رُچی اُتپن کرنے کی غرض سے ہے نہ کہ اُن کرموں اور اُن کے پھلوں سے کبھی بھی فراغت نہ پاوے۔ اس مطلب سے کہا ہے۔ اور اگر ایسا وید کا ثبات پر یہ نہ مانا جائیگا تو وید کا گیان کانڈ سب فضول اور ویرتھ ہو جاویگا اور ایسا نہ ہونا چاہیئے کیونکہ جیسے کرم کانڈ پرمان رُوپ ہے؛ ایسے گیان کانڈ بھی۔ پس دانا شخص کو برہم ودیا کا ادھیکاری بننے کے لئے تو ضرور نشکام بھاؤ سے کرم کرنے چاہئیں لیکن ادھیکار سمپن ہونے پر یعنی کرموں کے پھلوں سے ویراگ ہو جانے پر اُن جملہ کرموں کا تیاگ ہی واجب ہے۔ اور اسی طرح ہی وید کے جملہ واکیہ کیا کرم سمبندھی اور کیا گیان سمبندھی سب پر یا پتک ہو جاتے ہیں چنانچہ ویدوں کی تعلیم سے یہی تھا مطلوب +

اور پھر جونکو "कर्मणा बध्यते जन्तु विद्यया च विमुच्यते" یعنی کہ کرموں سے جو بندھایمان ہوتا ہے۔ اور ودیا سے چھوٹتا ہے۔ ایسا شاستر کا اتم آدیش ہے۔ اس لئے اے بھائیو اس مانو جیون کی سپھلتا کے لئے ادھیکاری ہو کر کرم تیاگ پُوربک گیان کے سادھن وویک ویراگ ممکشتا آدی سمپادن کریئے کیونکہ اسوائے اس کے آواگون کے چکر سے خلاصی کو راہ نہیں اور یاد رہے کہ اگر اس بات سے ایک بار چُوک گئے اور فقط کرموں کے ہی انوشٹھان میں تا جیون پڑے رہے نیز پرماتما کا آتم رُوپ سے گیان حاصل نہ کر سکے تو پھر ہمیشہ کے لئے سُکھ اور شانتی سے ہاتھ دھو بیٹھو گے اور بار بار جنم مرتیو کا ہی گراس بنو گے۔ پس اس سے زیادہ اس وقت نہ کچھ ہم جانتے ہیں اور نہ کہنا ہی چاہتے ہیں بلکہ اتنا ہی کرم کی نسبت برہم ودیا کی اُستتی میں جس کے لئے اُوپر راجہ جان شُرتی اور رشی رُیکک کا اتہاس نروپن کیا گیا ہے کافی سمجھتے ہیں۔ پرماتما ہمارے پاٹھکوں کو نیکی بخشے۔ بس ان الفاظ سے ہم اپنا یہ مضمون ختم کرتے ہیں + "ادم شلم"

نانویں پادشاہی گورو تیغ بہادر جی کی

امرت بانی

راگ جیت سری محلہ ۹

بھولیو من مایا اُرجھایو (ٹیک)

جو جو کرم کیو لالچ لگ۔ تیہہ تیہہ آپ بندھایو
سمجھ نہ پڑی دشنے رس رچیو۔ جس ہری کو بسرایو
سنگ سوامی جانیو ناہن۔ بن کھوجن کو دھایو
رتن نام گھٹ ہی کے بھیتر۔ تاکو گیان نہ پایو
جن نانک بھگونت بھجن بن۔ برتھا جنم گنوایو

(۱) اُس اُس سے۔ (۲) دوڑیو (۳) اُس کا

راگ جیت سری محلہ ۹

من رے سا چا گہو وچارا (ٹیک)

رام نام بن مِتھیا مانو۔ سگری شٹے یہ سنسارا
جا کو جوگی کھوجت ہارے۔ پایو ناہیں تیہہ پارا
سو سوامی تم نکٹ پہچانو۔ رُوپ ریکھ تے نیارا
پاون نام جگت میں ہری کو۔ کبہو ناہیں سنبھارا
نانک شرن پڑیو جگ بندھن۔ راکھو برد تمہارا

(۱) پکڑ (۲) تمام۔ سب۔ (۳) پوتر کرنے والا (۴) اپنا دھرم یا پرتگیا۔

مناجات

یعنی

پربرہم پرماتما کو حاضر ناظر جان کر دعا مانگنا

شری ۱۰۸ برہم لین اودھوت سالگرام جی مہاراج

یارب ہمہ خفتہ ایم تو بیدار ی دہ
درمستی و شہوتیم ہوشیاری دہ
اے پرماتما ہم سب سوئے پڑے ہیں تو جگا۔ ہم مستی اور شہوت میں ہیں ہوشیار تما دہ

آندم کہ نہ یا بم ز یاراں یاری
یارب تو بفضل خود مرا یاری دہ
جس وقت کہ میں دوستوں سے امداد نہ پاؤں۔ اے پرماتما تو اپنی مہربانی سے امداد کر

اے خالق ہر بلندی و پستی
شش چیز عطا بکن ز ہستی
اے تمام نیچ اونچ کے مالک! اپنی ہستی سے چھ چیزیں بخش۔

ایمان و اماں و تندرستی
علم و عمل و فراخ دستی
دھرم اور امن اور صحت۔ علم اور عمل اور کھلا ہاتھ

یارب تو چناں بکن کہ پریشاں نشوم
محتاج برادران و خویشاں نشوم
اے پرماتما تو ایسے کر کہ میں پریشان نہ ہوں۔ بھائیوں اور رشتہ داروں کا محتاج نہ ہوں

بے منت مخلوق مرا روزی دہ
تا از در تو بر در ایشاں نروم
خلقت کی منت کے بغیر مجھ کو روزی دے۔ تاکہ تیرے دروازے سے انکے دروازے پر جاؤں

نظرے بحال من کن کہ ز دست رفت کارم
بکسم مکن حوالہ کہ بجز تو کس ندارم
میرے حال پر ایک نظر کر کیونکہ میرا کام میرے ہاتھ سے چلا گیا ہے مجھ کو کسی کے حوالے نہ کر کیونکہ تیرے بغیر کسی کو نہیں رکھتا

چشم ہوس مریض عصیاں
بر نسخۂ رافت حکیم است
ہوس کی آنکھ گناہوں کا بیمار۔ پرماتما کی مہربانی کے نسخے پر ہے

در طاعت اگرچہ ما بخیلیم
غم نیست کہ کارِ با کریم است
اگرچہ بندگی میں ہم کنجوس ہیں۔ کوئی غم نہیں کہ سخی سے کام ہے

ازیں لب تشنگی و خستہ جاں چند
بیاباں مرگ چوں ریگ رواں چند
پیاسے لب سے چند خستہ جان۔ مرگ کے میدان میں ریت کی طرح اڑنے والے

الٰہی بر سریر مخنتم صاحب کلاہی دہ
ز نور و داغ عشقم تاج و تخت بادشاہی دہ
ہے پرماتما مجھ کو محنت کے تخت پر بادشاہی دے مجھکو عشق کے داغ کے نور سے بادشاہی کا تاج و تخت دے

سنت رویداس

"ہر صورت بن کر آیا ہے"

بھگت رویداس رامانند جی کے چیلے اور کبیر صاحب کے ہمعصر تھے۔ اُن کا جنم اچھوت چمار جاتی میں ہُوا۔ لیکن بھگوان سے اپنے اتھاہ پریم اور آتم انوبھو کے کارن اُن کی مہانتا برہمنوں سے بھی زیادہ بڑھ گئی۔
"ہون ہار برواکے چکنے چکنے پات" کے مصداق بچپن میں ہی آپ کا رُجحان ہری بھجن اور سنت سیوا کی طرف تھا آپ کے باپ کی مالی حالت اچھی تھی۔ آپ کو جو کچھ گھر سے ہاتھ لگتا، خدا یاد لوگوں کو کھلا دیتے۔ باپ کو یہ وطیرہ ناگوار گزرا اُس نے ناراض ہو کر علیحدہ کر دیا اور اُنہیں ہوش سنبھالنے پر ہی اپنے لئے روٹی کمانے کا تردّد کرنا پڑا۔ شادی چھوٹی عمر میں ہی ہو چکی تھی۔ اس لئے ایک جھونپڑی میں ڈیرہ کر لیا اور جُوتیوں کو بنانے اور گانٹھنے سے اپنا نرباہ کرنے لگے۔

رویداس جی عموماً اپنے خیال میں محو رہتے تھے۔ اُن کے ہاتھوں سے کام ہوتا تھا۔ مگر اُن کا من ہمیشہ ہی بھگوان کی یاد میں غرق رہتا تھا۔ اُن کے خیال میں جو کچھ جاگرت اوستھا میں نظر آتا یا جو باتیں عالم خواب میں دِکھائی پڑتیں، سب ہی بھگوت رُوپ تھیں۔ اُنہیں زندگی میں ہی ستیہ کی پراپتی ہو چکی تھی۔ وُہ "شبد" کی اُپاسنا کرتے ہُوئے ہر ایک گھٹنا میں بھلائی ہی دیکھتے تھے۔ اور اُن کی نگاہ میں اِس جگت میں اُس لیلا مئے بھگوان کی خوبصورتی اور سُندرتا کے دریا بہتے تھے۔ اُن کی آتم ستھتی کچھ عجیب تھی۔ شانتی اور دھیرج کے تو وہ مجسّمہ تھے۔

ایک دِن ایک شخص اُن کے پاس آیا اور کرخت سی آواز میں کہنے لگا۔ "او چمار! یہ لو پیسہ اور میری جوتی گانٹھ دو۔ چنانچہ اُس نے اُن کی جگہ پر پیسہ بھی پھینک دیا اور جوتی بھی اُتار کر اُن کے آگے رکھ دی اور خود یہ کہہ کر کہ مجھے اس وقت ایک ضروری کام ہے ابھی واپس آتا ہوں۔ میرے آنے تک جوتی تیار رہے، چلا گیا۔ رویداس جی نے جُوتی اُٹھا کر آگے رکھ لی اور ہاتھ کا کام ختم کر کے اُس جُوتی کو گانٹھا۔

تھوڑی دیر میں وہ شخص واپس آگیا۔ پُوچھا "جُوتی تیار ہے؟" جواب میں رویداس جی نے جُوتی آگے رکھ دی اور کہا۔ حضور تیار ہے۔ وُہ جُوتی پہن کر چلا گیا۔ مگر تھوڑی دیر بعد پھر اُسی طرح کی ٹُوٹی ہُوئی جوتی لے کر واپس آگیا۔ اور کہنے لگا۔ تُم بڑے خراب آدمی ہو۔ ایسا کچّا کام کرتے ہو کہ تمہاری مرمت نے دو گھنٹے بھی نہیں نکالے۔ مزدوری پہلے ہی لے لیتے ہو اور کام کی یہ حالت ہے۔ غرضیکہ اُس نے بہت ہی سخت سُست کہا۔" رویداس نے جواب میں صرف اِتنا کہا کہ اچھا مہاراج! پھر گانٹھ دیتا ہُوں۔ دھاگا کچّا رہ گیا ہوگا۔ قِصّہ کوتاہ رویداس جی نے اب کی دفعہ اِس جُوتی کو نہایت ہی مضبوطی سے گانٹھا۔ اور گراہک کے حوالے کی۔

مگر گراہک ہے کہ پیچھا چھوڑنے میں ہی نہیں آتا۔ وُہ دوسری دفعہ پھر توڑ کر لے آیا اور اب کے بہت ہی واہی تباہی کہنی شروع کر دی۔ حتےٰ کہ گالی گلوچ سے بھی فرق نہ رکھا۔ دھیان میں مست رویداس جی نے کہا۔ مہاراج! ناراض نہ ہوجیئے۔ میں پھر گانٹھ دیتا ہُوں۔ گراہک نے کہا اچھا جلدی کر۔ تم نے میرا بڑا وقت ضائع کیا ہے۔ رویداس جی پھر اُس جوتے کو گانٹھنے لگ گئے۔ اور تیسری دفعہ پھر مکمل کر کے دیا۔

لیکن گراہک تو کوئی مُمتحن تھا۔ وہ شاید روبداس جی کے دھیریہ اور شانتی کی پریکھشا کرنے آیا تھا۔ نہ اُسے ایک پیسہ دے کر بار بار غریب موچی کو تنگ کرنے میں جھجک محسوس ہوتی تھی اور نہ ہی اُونچی نیچی بات کہنے میں کوئی تامّل۔ وُہ گھوڑ چڑھوں کی طرح اُسی رعب اور دبدبہ سے پھر آدھمکا اور پہلی دو باروں سے بھی زیادہ سخت سُست کہنے لگا۔

روبداس جی اپنے رنگ میں مگن اِن سب گھٹناؤں کو بھگوت لیلا جانتے ہوئے آنندت تھے۔ وہ اُس سے اپنے پریتم کی ناز و ادا خیال کئے ہوئے تھے۔ جب تیسری بار اُس سے مخاطب ہوئے تو ہنس کر کہا کہ "تیریاں توڑیاں کون گانڈھے" یعنی وُہ اُس وقت اپنے بھگوان سے مخاطب ہو رہے تھے۔ کہتے ہیں کہ اُسی وقت وہ شخص اُنہیں بھگوان کے رُوپ میں پرگٹ دِکھائی دیا۔ اور اُس کے بعد فوراً ہی آنکھوں سے اوجھل ہوگیا۔

اِس گھٹنا سے روبداس جی کو ساکار رُوپ میں پہلی بار بھگوت درشن ہوئے اور پھر اُن کے پریم کی گگار ھتا میں دِن بدن زیادہ ترقی نمودار ہونے لگی۔

روبداس جی ایک نہایت ہی اُونچے پایہ کے بھگت تھے۔ وُہ اپنے اندر اور باہر ہر جگہ بھگوان کو دیکھتے تھے وہ ہر رُوپ میں اُسی کا درشن کرتے تھے۔ ہر آواز میں اُسی کی بانی سُنتے تھے اور اُن کا کھانا، پینا، لیٹنا، سونا اور نمسکار سب کچھ ہی سمادھی تھی۔ لیکن پھر بھی ابھیمانی لوگوں میں وُہ اچھوت تھے۔ اُنہیں مندر جانے کی اجازت نہ تھی اور مندر میں جاکر بھگوان کی مُورتی کے درشن نہ کر سکتے تھے۔ اِس لئے اُنہوں نے اپنی جھونپڑی میں ایک مُورتی چمڑے کی تیار کر کے رکھی اور اُسی سے اپنا ظاہری نِت کرم کا کام چلانے لگے۔ مگر اہنکاری لوگوں کو اس پر بھی صبر نہ آیا اور اُنہوں نے چمڑے کی مُورتی کیخلاف ایک زبردست اندولن پیدا کرنے کی کوشش کی۔ روبداس جی اُن مہا پرشوں میں سے تھے کہ جو نِربھے اور دھیریہ وان ہوتے ہیں۔ جو کسی بھی دُکھ، تکلیف اور مُصیبت سے نہیں ڈرتے۔ جنہیں اپنی نِندا اور اپمان کی ذرا بھی پرواہ نہیں ہوتی۔ بلکہ جو اپنی نِندا اور اپمان کو اپنے اہنکار کے عِلاج کے لئے شوق سے استعمال کرتے ہیں۔ جتنے کہ جنہیں موت بھی اپنے گھر کا دروازہ معلوم ہوتی ہے۔ اس لئے ایسی فضول حرکات کا اُن پر کیا اثر پڑ سکتا ہے۔ شرارتی لوگوں نے خود ہی یہ غوغہ اُٹھایا اور خود ہی کچھ عرصہ بعد جھاگ کی طرح بیٹھ گئے۔

روبداس جی کی آمدنی کا ذریعہ صرف جُوتوں کی تیاری اور مرمّت تک ہی محدُود تھا اور اُس میں سے بھی جب کبھی اُن کو کوئی عابد خدا مِل جاتا۔ تو اُسے پہننے کے لئے جُوتی کا جوڑا مُفت دیتے۔ اِس لئے مالی حالت عموماً خراب رہتی تھی۔ لیکن اِس کی پرواہ کب تھی۔ وہ تو اور ہی دھن سے مالامال ہو رہے تھے۔

اِس تنگدستی کے عالم میں ایک خدا رسیدہ بزرگ اُن کے پاس آیا۔ آپ نے اُس کے کھانے پینے کا انتظام کیا۔ اور جہاں تک ہو سکتا تھا۔ اُس کی خاطر تواضع کی۔ اُس شخص نے آپ کو سنگ پارس نذر کیا۔ اُس کے اوصاف بتائے۔ اور کہا کہ اِسے احتیاط سے رکھنا۔ روبداس جی نے کہا کہ مجھے اِس کی ضرورت نہیں۔ میری دولت اور جائداد سب کچھ پربھو کا نام ہے۔ جب اُس بزرگ کو معلوم ہُوا کہ روبداس جی لالچ سے بلند تر ہیں۔ تو اُس نے اِسرار کے ساتھ کہا کہ میرے کہنے پر ہی اُسے اپنے گھر رکھ دو۔ ممکن ہے کسی وقت کام آجائے۔ مجبُور ہو کر روبداس جی نے کہا کہ اچھا اِسے میرے چھپّر میں ٹانگ دو۔ جس کا مطلب یہ تھا کہ یہ جنس قابل قبول نہیں۔ تیرہ ماہ کے بعد جب وہ بزرگ واپس آیا۔ تو روبداس جی کو بدستور سابق تنگدست ہی پایا۔ اُس نے دریافت

کیا کہ سنگِ پارس کا کیا ہُوا۔ آپ نے جواب دیا کہ جہاں رکھ گئے تھے۔ وہیں ہوگا چنانچہ اُس شخص نے وہ پتھر وہاں سے وُسی طرح کا رکھا ہُوا اُٹھایا اور اپنی راہ لی۔

گورویداس جی اتنے تیاگی تھے کہ تیرہ ۱۳ ماہ گھر میں پارس پڑا رہا اور اُس کی طرف دھیان بھی نہ کیا۔ لیکن پراربدھ کے بھوگ بھی بڑے پربل ہوتے ہیں۔ ایک دِن کوئی شخص اُن کی پُوجا کی چیزیں رکھنے والی ٹوکری میں اشرفیاں ڈال گیا۔ وہ دیکھ کر بڑے حیران ہُوئے کہ یہ کون ڈال گیا ہوگا۔ بہترا سوچا، کچھ سمجھ نہ آئی۔ آخر خواب میں اُنہیں بھگوان کی طرف سے بشارت ہوئی کہ اگرچہ تمہیں دولت کی کوئی پرواہ نہیں۔ لیکن اِس دولت کو قبول کرلو۔ یہ میں نے تجھے خود بخشی ہے۔ رویداس جی نے اُسے قبول کرلیا۔ اور اُس روپیہ سے رفاہِ عام کے لئے ایک سرائے تعمیر کرائی۔ جس میں سادھو سنتوں کی سیوا ہونے لگی۔ سرائے کے ساتھ ہی ایک خوبصورت مندر بنوایا اُس پر سونے کی چھتری لگوائی اور اُسے خوب آراستہ کیا۔

لیکن رویداس جی کو اُسی تکلیف کا سامنا ہُوا۔ جو ایکا ایک مالدار بننے والوں کو پیش آتی ہیں۔ برہمنوں نے بنارس کے راجہ سے شکایت کی کہ شاستروں میں یہ اجازت نہیں کہ ایک موچی ایشور کی مورتی بنائے۔ راجہ نے رویداس جی کو طلب کیا۔ اُنہوں نے بے خوفی سے اپنے خیالات کا اظہار کیا اور راجہ صاحب اُن کی دلائل سے ایسے متاثر ہُوئے کہ حاسد برہمنوں کی کوئی پیش نہ گئی۔

اب اُن کے یش اور کیرتی کی خوشبُو اور بھی پھیل گئی۔ چتوڑ کی رانی جھالی نے جب آپ کی شہرت سُنی تو وُہ آپ کے درشنوں کو حاضر ہوئی اور آپ کی چیلی بن گئی۔ اِس پر اُس کے برہمن خدام بہت ناراض ہوئے اور کہا کہ رانی کی عقل جاتی رہی ہے وہ چلے گئے اور رانا سے جو اُس کا خاوند تھا شکایت کی۔ اُس نے بھگت جی کو بُلوایا اور برہمنوں کے لگائے ہوئے الزامات سُنے۔ جنہوں نے ذات پات کی فضلیت پر زور دیا اور کہا کہ یہ مناسب نہیں کہ موچی کو اس طرح کا روحانی اور سوشل اعزاز حاصل ہو۔

رویداس جی نے جواب میں کہا کہ "ایشور کو تو جو چیز عزیز ہے وہ بھگتی ہے۔ وُہ جات پات کا خیال یا لحاظ نہیں کرتے۔" اس پر برہمنوں نے ویدوں کے پرمان نکالے۔ تین گھنٹے متواتر وید منتر پڑھتے رہے لیکن وہ راجہ کو قائل نہ کرسکے۔ برخلاف اِس کے رویداس جی کی روحانی شان نے راجہ کے دِل کو موہ لیا اور وہ علے الاعلان اسی دربار میں اپنی رانی کی طرح رویداس جی کا معتقد بن گیا۔

اِس کے بعد رانی جھالی نے چتوڑ پہنچ کر بھگت رویداس جی کی ادھیکشا میں ایک بڑا بھاری یگیہ کیا۔ اس اوسر پر رانی نے بہت کچھ دان کیا اور ریاست کے بڑے بڑے پنڈتوں کو بُلوایا۔ مگر برہمنوں کے اندر "اہنکار" کا وہی جوش تھا اُنہوں نے مشورہ کیا کہ رانی کا پکایا ہُوا بھوجن نہ لیں بلکہ کچی رسد لیکر اپنا بھوجن خود پکائیں۔ چنانچہ ایسا ہی ہُوا۔ مگر مہا پُرشوں کی عظمت چھپانے سے ہرگز نہیں چھُپ سکتی۔ وہ جس جگہ پر قدم رکھتے ہیں۔ مٹی سونا ہو جاتی ہے۔ اُن کے چرنوں کی دُھول میں شہنشاہوں کے تاج لُڑھکتے ہیں۔ دیوتا اُن کا درشن پاکر اپنے آپکو پرم سوبھاگیہ وان خیال کرتے ہیں۔ جونہی سب برہمن کھانا کھانے بیٹھے تو کیا دیکھتے ہیں کہ ہر دو برہمنوں کے درمیان بھگت رویداس جی براجمان ہیں۔ بس پھر کیا تھا۔ سب برہمن اُن کے پاؤں پر گر پڑے اور اُن کے چیلے بن گئے۔ (ادم شم)

لطفِ پیہم

(منشی نوبت رائے جی شوخ)

ملا ہے دل تمہیں دے کر قرارِ جاوداں مجھکو
مرا دردِ محبت ہو گیا تسکینِ جاں مجھکو

ہُوا جب محو میں تم میں خودی نا آشنا ہو کر
ہُوئی یہ ہستیٔ موہوم بے نام و نشاں مجھکو

میں اپنے آپ کو وہ مخزنِ انوار پاتا ہوں
نظر آتا ہے جس کا اِک تماشا یہ جہاں مجھکو

کھلونا بن رہی ہے اب مرے ادنےٰ اشاروں کا
یہی دُنیا جو پہلے تھی بلائے ناگہاں مجھکو

بچایا ہے تمہاری رحمتوں کی کارسازی نے
حوادث لے رہے تھے کارواں در کارواں مجھکو

عطا تم نے کیا وہ کیف اپنے لطفِ پیہم کا
نظر آتی ہے ہر اک مُوج جس کی بیکراں مجھکو

بڑے آرام میں ہوں تم کو اپنے آپ میں پاکر
یہ میرا کشفِ باطن ہے سرورِ جاوداں مجھکو

مرا دل ہو گیا یکسُو تمہارا آئینہ بن کر
بہائے گا خیالوں کا تموّج اب کہاں مجھکو

سکُونِ ذات جو ملتا ہے سب کو خوابِ راحت میں
ہے بیداری کے عالم میں وہ حاصل بیگماں مجھکو

اماں پاکر میں ذاتِ لامکاں میں شوخ بےغم ہُوں
نہ خوفِ برق و باراں ہے نہ فکرِ آشیاں مجھکو

آنند

پُر سُرور زندگی (مسلسل)

از مہاتما بھاگ مل جی سائیں

ایشور نے اِنسان کو "چیز" نہیں بنایا ہے اپنا "پتر" بنایا ہے اور اُس کو اپنی الہٰی صِفات کا حصّہ دار کیا ہے۔ پیدائش حالات کی طاقت اور خود راہنمائی سے سرفراز اور ممتاز کیا ہے اپنی موجودہ ابتر حالت پر ہل چلانے کے لئے قُدرت نے اِنسان کو ایک ایسا آلہ بخشا ہوا ہے۔ اور کوئی فرد و بشر اِس سے محروم نہیں کیا ہے۔ یہ آلہ اس قسم کا ہے جو ناکارہ کسی وقت میں نہیں رہ سکتا۔ اِنسان اِس آلہ کی راہنمائی کرے یا نہ کرے یہ دِن رات چلتا ہی رہتا ہے اور یہی وجہ ہے۔ اگر اِنسان اس آلہ کا صحیح استعمال نہ کرے تو یہ خود بخود اُسے تباہ و برباد کر دیتا ہے۔ اس آلہ کا نام "خیال" ہے۔ خیال ہی انسانی قسمت کا بُت تراشنے والا ہے۔ ہر ایک انسان کی زندگی کا راز اُس کا خیال ہے۔ اُپنشدوں اور گیتا میں اِنسان کی اصل شکل و صورت "خیال" ہی بتلائی ہے وید منتر ہے۔

एष क्रतु मयः पुरुषः॥

ترجمہ:۔ یہ پُرش سنکلپ ہے (خیال مجسم) ہے۔

دُنیا کا سب سے بڑا فلسفہ "ویدانت" غلط نہیں کہتا کہ دُنیا خیال ہے۔ یعنی ہماری دُنیا ہمارے خیالات اور دِلی جذبات کا نتیجہ ہے۔ خواہ اِس بات کو کوئی مانے یا نہ مانے یہ دوسری بات ہے۔ لیکن یہ بات سولہ آنے دُرست اور صحیح ہے کہ جو کچھ یہاں ہوتا ہے اپنے ہی خیال کا نتیجہ ہے۔ اور جو ہوگا وہ اپنے ہی خیال کا اثر ہوگا۔

یہ عجیب و غریب آلہ اگرچہ حواس سے محسوس نہیں ہوتا مگر کل عالم محسوسات کو رفتہ رفتہ اپنی شکل و صورت میں بدل سکتا ہے۔ کیونکہ دراصل خیال اور مادی دُنیا دو جُداگانہ ہستیاں نہیں ہیں۔ خیالات ہی جملہ اشیاء کی اندرونی حقائق ہیں اور اشیاء و خیالات کی بیرونی صُورتیں ہیں جب تک اِنسان اپنے خیالات سے باخبر نہیں ہوتا وہ بیرونی حالات اور طاقتوں کا غلام رہتا ہے۔ اور جب وہ اپنے خیال میں بیدار ہوتا ہے تو دُنیا کی ہر شے اُس کے آگے اور اُس کی راہ میں اپنا آپ نچھاور کرنے لگتی ہے کیونکہ بقول ایک مہاتما خیال ایک بڑی سے بڑی طاقت ہے۔ اور اُس کا قانون اٹل ہے۔ اِنسان اپنے ہی خیالات کے ہتھیاروں سے مارا جاتا ہے۔ تم جس قِسم کے اچھے بُرے خیالات سوچو گے تمہارے ہاتھ زبان اور من سے ویسے فعل ہونے لگیں گے جہاں ایک دفعہ آگ جلائی جائے گی۔ آگ کے شعلوں کا بھڑکنا لازمی ہے۔ جہاں ہوا بھری جائے گی آندھی اور طوفان آئیں گے کوئی خیال کبھی دبا نہیں رہ سکتا۔ بیج کو زمین میں چھپا دو۔ وہ موقع پاکر مٹی کے پردوں کو چیر پھاڑ کر کھلی ہواہیں باہر نکل آئے گا۔ اس لئے تم

اپنے ہر خیال، کلام، اور عمل کو پاکیزہ، شیریں اور پُر مسرت بناؤ کیونکہ بقول مہاتما جمیز ایلن پوتر خیالات سے پاک کام ظاہر ہوتے ہیں۔ پاک کاموں سے پاکیزہ زندگی بنتی ہے۔ اور پاکیزہ زندگی سے کامل آنند حاصل ہوتا ہے۔ برخلاف اس کے زندگی کی نشوونما کی مٹھاس اور اُس کی پاکیزگی کی تروتازگی قائم نہیں رہ سکتی۔

امریکہ کے مشہور سنت اور نئی دُنیا کے ہر دلعزیز روحانی مہاتما ایمرسن نے خیال کے متعلق کہا ہے:-

"THE KEY TO EVERY MAN IS HIS THOUGHT"

(ترجمہ "ہر ایک انسان کی کلید اُس کا خیال ہے")

جس کا حقیقی مطلب یہ ہے کہ خیال دُنیا کی جملہ طاقتوں سے زیادہ طاقتور ہے۔ اگر حضرت انسان کو اپنے خیال کی طاقت کا حقیقی علم ہو جائے تو وہ اپنی زبردست دُنیا بنا سکتا ہے لیکن ضرورت اس بات کی ہے کہ وہ صاحب خیال ہو اور اُسے اپنے خیال کو کمشوہ کرنے کی تدبیر آتی ہو کیونکہ صاحب خیال ہی دنیوی اور رُوحانی معاملات میں سرگرمی اور جدوجہد سے کام کرکے ہر قسم کی کامیابی حاصل کر سکتا ہے۔ جو شخص جس قسم (نیک و بد) کے خیالات دائم سوچنے میں ہمہ تن مصروف رہتا ہے۔ کچھ عرصہ کے بعد وہی خیالات ...... اُس کے لئے قدرتی ہو جاتے ہیں۔ اس سلسلہ میں ایک صاحب یُوں فرماتے ہیں۔

" انسانی توجہ کی تین حالتیں ہوا کرتی ہیں۔ پہلی حالت "قدرتی توجہ کی" مثلاً کسی نے کوئی گولا چلایا اور انسان کی توجہ قدرتی طور پر اُس کی جانب چلی گئی دوسری حالت "پیدا کردہ توجہ" یعنی کتاب پڑھنے یا کوئی دوسرا کام کرنے کے لئے جو توجہ پیدا کی جاتی ہے۔ تیسری حالت "پیدا کردہ توجہ کا قدرتی توجہ میں تبدیل ہو جانا" اس حالت کی تشریح توضیح آئل انجن یا موٹر کو رواں کرنے کے لئے پہلے اپنے ہاتھ سے ان کے وہیل کو چند ایک چکر دیتے ہیں اور اس کے بعد خود بخود چال پکڑ لیتے ہیں ٹھیک اسی طرح اِنسان جس قسم کے خیالات میں دائم متوجہ رہتا ہے۔ وہی خیالات اُس کے لئے قدرتی ہو جاتے ہیں۔

ہم لوگ من کی دُنیا کے اصُولوں کو نہ جانتے ہوئے اپنے دِل و دماغ میں کمزور خیالات کو گذرنے کی کھلی چھٹی دے دیتے ہیں اُن کو جسمانی صُورت اختیار کرنے میں دیر تو لگتی ہے مگر جب وہ ایک دفعہ ہمارے اُپ چیتن من میں خوب اچھی طرح جم جاتے ہیں تو پھر ہم اُن سے لگاتار ستائے جاتے ہیں یعنی جو لوگ اس قانون کو نہیں جانتے بحرِ ذخار میں خوب جھکولے کھاتے ہوئے اِدھر سے اُدھر اور اُدھر سے اِدھر پھرتے ہیں۔ اِن کا حال اُس سفینہ کی مانند ہے جو چپو کے بغیر بحر میں پھر رہی ہے۔

چھوٹے سے چھوٹے خیال کا بھی ردِ عمل ہوتا ہے اُٹھتے خیال کو مغلوب کرنا آسان ہوتا ہے۔ جب وہ جڑ پکڑ لیتا ہے تو اُس کا اُکھاڑنا اُسی قدر مشکل ہوتا ہے جتنا کہ درخت کا۔ جلتی دیا سلائی کو ایک نہایت خفیف سی پھونک سے بجھایا جا سکتا ہے۔ مگر جب وہ کسی شے میں لگ جائے تو شہروں کے شہر خاکستر کر دیتی ہے۔

جس طرح الشور اپنے سنکلپ سے دُنیا بناتا ہے۔ اسی طرح ہر ایک اِنسان اپنے خیال (Creative Power) سے اپنی بُری بھلی دُنیا بناتا ہے اور ہمیشہ یاد رکھنا چاہیئے کہ جو کچھ بھی انسان اس وقت ہے وہ مکمل طور پر اپنے سابقہ خیالات اور خواہشات کا نتیجہ ہے۔ اور جیسے وہ اس وقت خیال

رکھتا ہے ویسا وہ مستقبل میں ہوگا۔ جس شخص نے اس قانون کو بخوبی سمجھ لیا ہے وہ اپنی قسمت کا مکمل صانع ہو جاتا ہے۔ یعنی تمہاری موجودہ شکل و صورت تمہارے اگلے خیالات کا نتیجہ ہے۔ تم نے پہلے جو کچھ سوچا سمجھا، کہا، دھرا تھا وہی ہُوا۔ اسی طرح اب بھی جو کچھ تم کرتے ہو آگے چل کر وہی ہوگا۔ یہ ایک اٹل قانون ہے جس کو لغزش کے نام سے چڑھ ہے۔

دُنیا میں عام طور آدمی حالات کا غلام پایا جاتا ہے اور یہ عقیدہ رکھتا ہے۔

جہاز عمر رواں پر سوار بیٹھے ہیں ۔۔۔ سوار خاک ہیں بے اختیار بیٹھے ہیں
رام سہارے رات دن رہو کھاٹ پر سوئے ۔۔۔ نہ ہونی ہونی نہیں ہونی ہوئے سو ہوئے
دریا کو اپنی موجوں کی طغیانیوں سے کام ۔۔۔ کشتی کسی کی پار ہو یا درمیاں رہے
لائی حیات آئی قضا لے چلی چلے ۔۔۔ اپنی خوشی سے آئے نہ اپنی خوشی چلے
ذوق اس بحر فنا میں کشتئ عمر رواں ۔۔۔ جس جگہ پر جا لگی وہ ہی کنارا ہو گیا

وہ اپنے جیون میں ترقی کرنے یا بڑھنے کی کوئی خواہش نہیں کرتا۔ اُس کی زندگی کا بڑے سے بڑا موٹو "جیسی آوے تیسی گزرے" ہوتا ہے۔ (جاری رہیگا)

ریویو (تبصرہ) : The Gems of Geeta

شریمد بھگوت گیتا کے ایک سو اٹھتر منتخبہ شلوکوں پر مشتمل ایک چھوٹی سی کتاب بنام دا جیمز آف گیتا The Gems of Geeta حال ہی میں بزبان انگریزی، ودیالیہ پریس برندابن سے شائع ہوئی ہے۔ جو رسالہ ادم" کے کہنہ مشق ادیب اور شاعر شری جگن ناتھ صاحب کھنہ صفی کا نتیجہ فکر ہے۔ فاضل مصنف نے جس خوبی سے یہ انتخاب کیا ہے اور شریمد بھگوت گیتا کے دقیق فلسفہ کو جس دلچسپ پیرایہ میں کھول کر رکھ دیا ہے۔ اور وہ بھی انگریزی نظم میں جو ہر طرح سے ادبی محاسن سے پُر ہے۔ یہ انہیں کا کام ہے اور اس کے لئے وہ مستحق مبارکباد ہیں۔ حقیقتاً یہ گیتا کا ایک اعلےٰ نچوڑ ہے اور لُطف یہ ہے کہ اس اختصار سے مضمون کی مجمل دلچسپی میں بیش قدر اضافہ ہی ہوا ہے کمی نہیں ہوئی۔ اور یہ دِل چاہتا ہے کہ اُسے شروع سے لیکر آخر تک ایک دم پڑھ جائیں انگریزی خواں اصحاب کے لئے جو سنسکرت سے بے بہرہ ہیں یہ کتاب نہایت مُفید ثابت ہوگی۔ ہم پُرزور سفارش کرتے ہیں کہ اس کتاب کا کچھ حصّہ میٹرک کے انگریزی کورسوں میں شامل کیا جائے، اُمید واثق ہے کہ سرکار عالیہ اور انگریزی دان پبلک مصنف کی محنت کی داد دے گی۔ "ان اینڈ برندابن" کے بعد صفی صاحب کی یہ دوسری قابل قدر تصنیف ہے۔ کاغذ اور چھپائی نہایت عمدہ، قیمت صرف ۲۵ نئے پیسے۔

ملنے کا پتہ:۔ آدارہ برادرس، برندابن یا مصنف بہار گھاٹ برندابن۔

کتاب دفتر "ادم" اجمیری گیٹ دہلی سے بھی دستیاب ہو سکتی ہے۔ (ادارہ)

اُسے کہاں دیکھا

از شری جگن ناتھ جی کھنہ صفیؔ
بی۔ اے۔ بی۔ ٹی۔ برنداون نواسی

ادھر دیکھا اُدھر دیکھا یہاں دیکھا وہاں دیکھا
ہر اک جا شوخ کو ہم نے صفیؔ جلوہ کناں دیکھا

کہیں وہ غیب کے پردے سے چھپکر ہیں تکتا
کہیں اُسکو نہاں دیکھا، کہیں اُسکو عیاں دیکھا

اُسے دیکھا تہ و بالا اُسے زیروزیر دیکھا
اُسے اُوپر، اُسے نیچے، اُسے ہی درمیاں دیکھا

شبِ تاریک میں اُسکو چھپاتے اپنا مُنہ دیکھا
اُسے ہی صورتِ شمس و قمر پھر ضو فشاں دیکھا

وہی مسجد ہے اور مسجود بھی دیکھو بنا خود ہے
اُسے ہی ہم نے سب کے سامنے سجدہ کناں دیکھا

جدِھر دیکھا جہاں دیکھا اُسی کی ہے یہ نیرنگی
وہ خود دشت و بیاباں ہے، اُسے ہی گلستاں دیکھا

وہ خود محفل ہے اور اس میں ہے خود رامشگری کرتا
یہ موسیقی اُسی کی ہے اُسے نوحہ کناں دیکھا

بنا خود ہے وہ میخانہ، وہی ساقی وہی ساغر
اُسی کو ہم نے پیمانہ اُسے رطلِ گراں دیکھا

کہاں دُنیا کی چیزوں میں ثبات و پائداری ہے
فقط اُس ذاتِ بیچوں کو ہی ہم نے جاوداں دیکھا

وہی برکت وہی شوکت وہی طاقت وہی ثروت
اُسی کو ہم نے طاقتور اُسی کو ناتواں دیکھا

وہی گُل بن کے خود روئے چمن کو زیب دیتا ہے
اُسی کو صورتِ بلبل چہکتے بیگماں دیکھا

حسیں ہے وہ وہی ناز و ادا ہے خود حسینوں کا
اُسے شیدائے حسن و عاشقِ لالہ رخاں دیکھا

وہی ہے صورتِ رفعت ہویدا آسمانوں پر
اُسی کو کہکشاں اُس کو ہی بحرِ بیکراں دیکھا

ہیں سب رنگینیاں اُسکی ہیں سب نیرنگیاں اُسکی
خزاں اُس کی اُسے ہی پھر بہارِ گلستاں دیکھا

وہی ظاہر وہی باطن وہی اندر وہی باہر
جہاں دیکھا جدھر دیکھا بس اُسکا ہی نشاں دیکھا

وہی کثرت میں وحدت ہے یہی وحدت ہی کثرت ہے
صفیؔ توحیدِ حق کا ہم نے یہ رازِ نہاں دیکھا

اُسے خنداں اُسے گریاں خراماں اور اسے رقصاں دیکھا
اُسی کو ہم نے موسیقار زیرِ آسماں دیکھا

مہرشیوں کے رسیلے گیت

از شری فتح چند نسیم

دو برس ہوئے ادم میں "مہرشیوں کے رسیلے گیتوں" کا سلسلہ شروع ہوا تھا جو کسی وجہ سے ٹوٹ گیا اُس سلسلہ کو اب پھر سے شروع کیا جاتا ہے۔ آشا ہے اُسی شوق اور دلچسپی سے پڑھا جائیگا۔ ؎

گنگا و جمنا بہاتے رناچ فرماتے ہوئے۔
آ رہے ہیں روح پرور گیت وہ گاتے ہوئے۔

دیکھیے! پراچین بھارت کے آریہ مہرشی 'اگنی دیوتا' کے پریم بھرے گیتوں کی دھون میں کیسے مست الست ہیں؟ سچ ہے۔ ہمارے دھارمک گرنتھوں نے بھی اگنی کو ایک "امر دیوتا" مانا ہے۔

آد سے لیکر انت تک یہ سدا جیوت رہنے والا ایسا دیوتا ہے جس کے گنوں کے گیت زمانہ موجودہ کے شاعر گائے بغیر نہیں رہ سکے غریبوں کی جھونپڑیوں سے لیکر امیروں اور بادشاہوں کے شاندار محلوں تک اسی دیوتا کا سکہ چل رہا ہے۔

جنتا اور سرکار کو یہی دیوتا جن اَن اور دھن دینے والا ہے اگر یہ دیوتا دھرتی سے آکاش تک کی بادشاہت سے ہاتھ اُٹھا لے۔ تو تمام جگت کا دھندا لیقیناً سماپت ہو جائے۔ اور ہر لب سے عاصی کیرانوی بی۔ اے کا یہی شعر سُنائی دے۔ ؎

تیرے جاتے ہی چمن زار کا نقشہ بدلا
چھا گئی آج ہر اک پھول پہ حسرت اُداسی

ایسے مہابلی اور پران دایک، دیوتا کی استتی بھلا مہرشی گائن کئے بنا کیسے رہ سکتے تھے! وہ فرماتے ہیں۔

اگنی دیوتا کا پتا آکاش اور اُس کی ماتا دھرتی ہے۔

یہ دیوتا ہر غریب اور امیر کا سہایک اور پرم متر ہے۔

ہر کسی سے پیار کرنے والا ہے۔ اور جنم سے لیکر مرتیو تک ساتھ دینے والا ہے۔ اِس دیوتا کے دِل میں کسی پرانی کیلئے ذرا بھر بھی دویش اور گھرنا نہیں ہے۔ یہی دیوتا سنسار بھر سے اندھیرا مٹانے والا اور پرکاش سے پری پورن کرنے والا ہے۔

شیخ سعدی کا مشہور یہ شعر اِس دیوتا کیلئے لفظ بلفظ صحیح ہے۔

دوست آں باشد کہ گیرد دست دوست
در پریشاں حالی و درماندگی

گوسوامی تلسی داس جی نے بھی ایسے متر ہی کیلئے کہا ہے۔

دھیرج ۔ دھرم ۔ "متر" اور ناری
آپت کال پرکھئے چاری

دھرتی ۔ وایو منڈل اور آکاش نے اِسی دیوتا کے پر اُپکاروں کے چرنوں میں اپنے سر جھکا رکھے ہیں۔ یا یُوں بھی کہہ سکتے ہیں ۔ کہ اِسی اگنی دیوتا نے دھرتی اور آکاش کا سمبندھ جوڑ رکھا ہے۔ جو اپنی دیا درشٹی سے ہمیں دن دہاڑے سے ترپت کر رہا ہے۔

سورج دنشی اور اگنی کل کے بہادروں کے اُپکار بھی گنتی میں نہیں آسکتے ۔ جن میں اگنی دیوتا کی شکتی سنچت تھی دگیانکوں نے اگنی ۔ بجلی اور سوریہ کی برکتوں سے آج تک ہزاروں لابھ پراپت کئے ہیں اور پرلے تک کرتے رہینگے

کیا سوریہ اور بجلی اگنی دیوتا کی سنتان نہیں ہیں۔

برہمانڈ میں جو کچھ ہماری آنکھیں دیکھ پاتی ہیں وہی اپنے پنڈے یعنی شریر میں بھی نظر آتا ہے۔ مطلب یہ کہ یہی سورج ۔ بجلی اور اگنی ہمارے شریر میں بھی پرکاشمان ہے۔ کیول یہی ہمیں جیوت رکھنے کا آدھار ہیں۔ یہی ہمارے جیون یاترا کی رتھ کو چلانے والے ہیں۔ بنا سپتیوں میں بھی یہی درشن دے رہے ہیں۔

یہی کارن ہے ۔ کہ مہرشیوں نے سوریہ دیوتا اور بجلی دیوتا کو اگنی دیوتا کا بھائی مانا ہے۔ ہاں! مُنش کو بھی اِن سے بھن نہیں سمجھا ۔ اِس لئے ایک منتر دوارا یہ بتایا ہے

کہ یہ دیوتا اور سب پرانی پرکرتی ماتا کی گود میں ایک ساتھ کھیلنے والے آپس میں بھائی بندھو ہیں۔

ادم یعنی الشیور۔ جیو اور پرکرتی کی جڑیں انہی سے ہری بھری ہیں۔

انتم سمیہ اگنی دیوتا چتا کے روپ میں غریبوں اور سمراٹوں کی آتماؤں کو دہرتی سے آکاش منڈل تک پہنچانے میں ایلچی کا کام کرتا ہے۔

جب دو لکڑیاں آپس میں سر جوڑتی ہیں۔ تو اگنی دیوتا جنم لیتا ہے۔

جب دو بادل خوب دیر سے گلے ملتے ہیں۔ تو بجلی دیوتا پرگٹ ہوتا ہے۔

جب راتری سے پربھات ہاتھ ملاتی ہے۔ اور ایک دوسرے سے بغل گیر ہوتے ہیں۔ تو سوریہ دیوتہ کی اُتپتی ہوتی ہے۔

سنسار میں جل دیوتا بھی سوریہ بھگوان اور اگنی دیو کے میل جول سے بادلوں کے پیٹ سے جنم دھارن کرتا ہے۔

سوریہ اور جل آکاش سے دہرتی کی بناسپتیوں اور جیو جنتو کو جیون پردان کرنے میں کتنی مہانتا کا ثبوت دیتے ہیں۔

جب دو لکڑیاں اگنی ششو کو جنم دیتی ہیں تو یہ ششو اپنے ماتا پتا کو اپنا اہار (بھوجن) بنا لیتا ہے۔ (یعنی لکڑی کو کھا جاتا ہے) کیا مزے کی بات ہے۔ کہ یہ ماتا کا دودھ بھی نہیں پیتا۔ پھر بھی اتنا شکتی شالی ہوتا ہے۔ کہ فوراً آکاش کی طرف دوڑ جاتا ہے۔ جتنا یہ روپ وان اور سندر ہے۔ اتنا بھیانک بھی ہے۔ شیر۔ چیتے۔ بھالو اور جن بھوت آدمی تک اس سے ڈرتے ہیں۔

یہی اگنی دیوتا جب پانچوں وکاروں کے چنگل میں پھنس جاتا ہے۔ تو وہ اودھم مچاتا اور طوفان برپا کرتا ہے۔ کہ سب کان پر ہاتھ دھرتے ہیں۔ اور پرماتما سے رکھشا کی پکار کرتے ہیں۔

اسرائیل دمصر۔ کوریا اور امریکہ۔ لاؤس الجیریا۔ کانگو، بھارت۔ پاکستان۔ چین اور پرتگال روس اور اینگلو امریکن بلاک غرضیکہ برھمانڈ بھر میں کون سے ملک ایسے ہیں جہاں اس کی چنگاریاں گل نہیں کھلا چکیں۔ یا اس سے بچے بھیت نہیں ہیں۔

اسی سلسلہ میں ہمارے محترم دوست رام کرشن صاحب مضطر ککڑوڑی کا۔ یہ اندیشہ بے بنیاد نہیں۔

اُٹھا نہ دیں قیامتیں۔ حسد کی شعلہ باریاں
اُجڑ نہ جائیں یہ چمن۔ جھلس نہ جائیں کیاریاں

الغرض اگنی دیوتا جس کے آتم درشنوں سے ہمیں مہرشیوں نے محروم نہیں رکھا اس کا وضاحت سے پریچے کرانے میں دور قدیم اور جدید کے فارسی اور اردو کے شاعروں نے بھی اپنی طبع آزمائی کے بڑھ چڑھ کرشمے دکھائے ہیں۔ اور زور قلم دکھانے میں مہرشیوں سے پیچھے نہیں رہے۔

اگر مذکورہ شاعروں کے تخیلات اور جذبات کا نمونہ بھی پیش کیا جائے تو ادم کے سینکڑوں صفحات ضرورت ہونگے۔ لیکن اس کا دامن اتنا وسیع نہیں کہ اس قدر بوجھ اُٹھا سکے۔ اس لئے اب دوسرے خط کی انتظار کیجئے +

غزل — (امر چند قیس جالندھری)

وہ کیا ہی سمے تھا کہ تھے نت ہی میلے
مگر اب تو ہم رہ گئے ہیں اکیلے

بہت سوگ دیکھے بہت روگ جھیلے
یونہیں تو نہیں پریم کا کھیل کھیلے

اب اِس اپنی دُنیا کا کرتار کھیوٹ
یہ ٹھاٹھیں یہ باڑھیں یہ دھارے یہ ویلے

جو کہتے تھے ہم تو ہیں جیون کے سنگی
ہمیں چھوڑ کر چل دیئے وہ اکیلے

یہی من تو ہے ایک شترو ہمارا
کوئی یہ بلا مُفت ہی ہم سے لے لے

غضب کے وہ چالاک نکلے ہیں اے دِل!
جنہیں تو سمجھتا تھا الھڑ انیلے

برہ، بے کلی، بین، چھل، پیر، آنسو
کمی رہ گئی ہو تو کچھ اور دے لے

سُنائیں کسے جو گذرتی ہے جی پر
وہ ملتے نہیں ہیں اکیلے دکیلے

یہ بادل، یہ بجلی، یہ دادُو، یہ ورشا
یہ رُت پیاری پیاری مگر ہم اکیلے

نہ بھُولیں گے ہم قیس امر کبھی ان کو
وہ گم سُم سہائیں۔ وہ چُپ چاپ میلے

غزل — (امر چند قیس جالندھری)

سُکھ کے سنسار کو لگا کر آگ
پریم میں ہم نے لے لیا ویراگ

جس قدر ہے لگاؤ تجھ سے مجھے
اُس سے بڑھ کر ہے تجھ کو مجھ سے لاگ

بدلیاں مدھ بھری اُٹھیں ساقی!
سوچتا کیا ہے کھول دے اب کاگ

بن گئی جی پہ روتے روتے یہاں
وہ سمجھتے ہیں گا رہا ہوں میں راگ

جب سُناتا ہوں اِن کو من کی بیتھا
وہ سُناتے ہیں بے طرح بے لاگ

مڑ کر اک بار کیا اِدھر دیکھا
کامنا کوٹ میں لگا دی آگ

نین ساگر ہیں من ہے اگنی کنڈ
نیر ہی نیر اور آگ ہی آگ

ہم تو سمجھے تھے آپ کو پنڈت
واہ نکلے ہیں آپ بھی کیا گھاگ

باس پریتم کا ہر جگہ ہے قیس!
کیا بندرابن اور کیا پراگ؟

اوم کا حلقۂ ست سنگ

جن اصحاب کو وید۔ کھٹ شاستر۔ گیتا کی تعلیم کے متعلق اور خاص طور پر ویدانت کے متعلق کوئی مسئلہ درپیش ہو یا کوئی بھی روحانی سوال ہو وہ اپنا سوال مختصر لفظوں میں میرے پتہ پر بھیج دیں۔ مفصل جواب ادم کے صفحات میں شائع کر دیا جاویگا۔ میرا پتہ یہ ہے:۔

دیوان پنڈی داس چوپڑہ۔ 6W/29 ویسٹ پٹیل نگر نئی دہلی ۱۲

سوال:۔ کیا نرگن اُپاسنا سے ہی مکتی ملتی ہے؟ یا سرگن سروپ کی اُپاسنا سے بھی۔

جواب:۔ آتما بذات خود تو من اور بدھی کی پہنچ سے پرے ہے۔ اُس میں جو گُن دکھائی دیتے ہیں وہ تو ہمارے اپنے تخیل کا ہی نتیجہ ہیں۔ مکتی تو اُسی وقت ہوگی جب من کا بندھن ٹوٹ کر انسان کو اپنی ذات نرگن آتما میں قیام حاصل ہوگا۔ لیکن روحانی مسافر کو سگن سروپ کی اُپاسنا سے گذرنا ضروری ہے۔ کیونکہ جب تک من کا فعل ہے۔ وُہ سگن کی اُپاسنا ہی کر سکتا ہے۔

سوال:۔ عورت ذات کو اپنا گورو دھارن کرنا چاہیئے یا پتی ہی اُس کا گورو ہے؟

جواب:۔ حقیقی گورو تو سب کا وُہی ذات پاک ہے۔ جو یُگ درشن کے مطابق زمان اور مکان کی حدود سے پرے ہے۔ میں نے تو آجتک کسی پراچین گرنتھ میں نہیں پڑھا کہ عورت کا صرف اپنا پتی ہی گورو ہے۔ اگر پتی جاہل ہو تو وہ روحانی معاملات میں استری کی کیا رہنمائی کر سکتا ہے۔ جب عام طور پر کہا جاتا ہے کہ پتی ہی استری کا گورو ہے۔ تو اُس سے صرف یہ مُراد ہوتی ہے۔ کہ استری کا دھرم ہے کہ ہر حالت میں پتی کی عزت کو سب سے اُونچا درجہ دے۔

سوال:۔ بھگوان رام مریادا پرشوتم تھے۔ بھگوان کرشن کیوں نہیں۔

جواب:۔ بھگوان رام ہر قسم کی مریادا کے پالن میں عدیم المثال تھے۔ بطور سعادت مند لڑکے کے۔ بطور بھائی کے۔ بطور ایک راجہ کے۔ بطور پتی کے۔ بطور ایک جرنیل کے سب پہلوؤں میں وہ عدیم المثال تھے۔ اسی نکتہ خیال سے اُن کو مریادہ پرشوتم کہا جاتا ہے۔ لیکن بھگوان کرشن اپنی جگہ اور خوبیوں و قابلیت کا مجسمہ تھے۔ اُن کو مریادہ پرشوتم نہ کہنا اُن کی عظمت کو کم نہیں کر دیتا ہے۔

سوال:۔ بھگوت گیتا میں شری کرشن نے ارجن کو کہا تھا کہ تو سب دھرموں کو چھوڑ کر میری شرن میں آجا۔ لیکن پھر بھی بعض لوگ کرشن کی پوجا کو چھوڑ کر دوسرے دیوتاؤں کی آرادھنا کرتے ہیں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے۔

جواب:۔ بھگوت گیتا میں جہاں بھی بھگوان کرشن لفظ "میں" یا "میری" استعمال کرتے ہیں۔ وہاں ہر جگہ "آتما" سے مُراد ہے۔ پھر فرمایا ہے کہ دیوتاؤں کے بھگت دیوتاؤں کے پاس جاتے ہیں اور میرے بھگت میرے پاس آتے ہیں۔ لہذا جو لوگ دُنیا میں ترقی اور عظمت چاہتے ہیں۔ اُن کے لئے ضروری ہے۔ کہ وہ قدرت کی شکتیوں (دیوتاؤں) کا آسرا لیں۔ لیکن

جو لوگ آتم انوبھو چاہتے ہیں۔ اُن کے لئے یہ راستہ نہیں ہے۔ ہر انسان اپنی ضرورت اور خواہش کے مطابق ہی اپنا دستور العمل انتخاب کرتا ہے۔

سوال:۔ کیا رام۔ کرشن۔ وشنو۔ شیو۔ وغیرہ سب ایک ہی شکتی کا نام ہے۔ یا اُن کا اپنا اپنا استھان ہے۔

جواب:۔ شکتی جہاں بھی ہے وہ ایک ہی بنیادی ذات واحد کا مظہر ہے۔ اجسام اور اسمائے کی امتیاز سے مختلف معلوم ہوتی ہے۔ یہ صرف ہمارے من اور خیال کا معجزہ ہے کہ ایک ہی ذات واحد مختلف صورتوں میں دکھائی دیتی ہے۔

سوال:۔ اس سنسار کو سنچالن کرنے والی جو شکتی ہے وہ ظاہر کیوں نہیں ہوتی ہے؟

جواب:۔ کوئی بھی شکتی ظاہر تو کبھی نہیں ہوتی ہے۔ یہ سلسلہ عالم اس شکتی کا مظہر ہے۔ لیکن شکتی بذات خود تو ہمیشہ مخفی ہی رہتی ہے؟

سوال:۔ سبھی منش شبھ کرم کرتے ہوئے بھی دُکھ کا انوبھو کرتے ہیں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے۔

جواب:۔ سُکھ اور دُکھ دونو بندھن ہیں۔ یہ بندھن اُسی وقت ٹوٹتا ہے جب اپنی ذات حقیقی (آتما) کے سروپ کا گیان ہوتا ہے۔ جو کہ اکرتا ہے۔ یعنی اُس میں فاعلیت کا احساس نہیں ہے۔ شبھ کرم من کو پوتر کرتے ہیں۔ کرم بندھن سے مکت نہیں کر سکتے ہیں۔ سُکھ دُکھ کی تمیز سے اُسی وقت مکتی ہوگی جب آتم درشن ہوگا۔

سوال:۔ جب انسان بُرا کرم کرتا ہے تو اپنے اندر سے کوئی شکتی اُسے منع کرتی ہے۔ وہ شکتی کیا ہے۔ اور کیوں کر ایسا ہوتا ہے؟

جواب:۔ جب تک ہمارا من کام کرتا ہے انسان اپنی ذات میں شاہد بھی ہے۔ اور مشہود بھی ہے۔ ناظر بھی ہے اور منظور بھی ہے۔ بُرا کرم کرنے لگتا ہے۔ تو اُس کی اپنی ہی آواز اُسے ملامت کرتی ہے۔ اسی فعل کو ضمیر یا کانشنس (conscience) کہتے ہیں خود ہی غلط راستہ اختیار کرنے پر مائل ہے۔ اور خود ہی رہنمائی کرتا ہے۔

سوال:۔ کیا آتما اور پرماتما ایک ہی جسم میں ایک ہی جگہ رہتے ہیں۔ یا جُدا جُدا؟ اگر جُدا جُدا ہیں تو وہ کہاں ہیں۔ اگر اکٹھے ہی رہتے ہیں تو آج تک ملاپ کیوں نہیں ہوا؟

جواب:۔ شرمان جی! اصل میں حقیقی معنوں میں تو صرف ایک ہی ذات واحد ہست ہے۔ اور وہ اَدویت ہے یعنی دوسرے پن کا گیان مِتھیا ہے۔ وہ ذات واحد دیش اور کال کی حدود سے پرے ہے۔ یعنی کسی خاص جگہ رہنے کا اُس کے متعلق سوال ہی پیدا نہیں ہوتا ہے۔ ہاں اس شریر میں دو رُوپ سے رہتی ہوئی محسوس ہوتی ہے۔ شاہد بھی ہے مشہود بھی ہے۔ بھوگتا رُوپ سے جیو معلوم ہوتی ہے۔ اور شاہد رُوپ سے آخری حقیقت برہم ہے۔ گویا ایک ہی ذات دو رُوپ دھارن کرتی نظر آتی ہے۔ ان دونوں کا ملاپ تو بے معنی ہے۔ ملاپ تو دو مختلف چیزوں کا ہوتا ہے۔ یہ تو ہمیشہ سے صرف ایک ہی ذات واحد ہے۔ جب اُس میں دوسرے پن کا مِتھیا گیان دُور ہو جاتا ہے۔ تو ایک ہی ذات واحد رہ جاتی ہے۔ ملاپ تو نہیں ہوا۔ ہاں مِتھیا گیان دُور ہو گیا۔

سوال:۔ کیا آپ مختصر لفظوں میں بتا سکتے ہیں کہ ویدانت کیا ہے؟

جواب:۔ لفظ ویدانت کے معنی وید کا انت ہیں۔ یعنی ویدوں کا آخری پیغام۔ اور مختصر لفظوں میں یہ پیغام یہ ہے۔ (۱) برہم ست ہے۔ (۲) جگت مِتھیا ہے۔ اور (۳) جیو اور برہم ایک ہی ہیں۔

سوال:۔ کیا آپ پرماتما کی ہستی کا ثبوت دے سکتے ہیں۔

جواب:۔ اگر میں کہوں کہ میں کوئی ثبوت نہیں دے سکتا تو آپ حیران ہوں گے اور اگر میں کہوں کہ وید بھی اُس کا ثبوت نہیں دے سکتے ہیں تو آپ اور بھی حیران ہونگے لیکن حقیقت یہی ہے۔ کہ وہ آخری ذات ثبوت کا مضمون نہیں ہے۔ جو من اور بُدھی کی پہنچ سے پرے ہے۔ اُس میں ثبوت کو کس طرح سے دخل ہو سکتا ہے۔ وہ انسانی عقل۔ دلیل۔ منطق اور فلسفہ کی پہنچ سے پرے ہے۔ ہاں اُس کا انوبھو ضرور ہو سکتا ہے۔ اور پاتنجل کا یوگ درشن اُس کے انوبھو کا بہترین طریقہ ہے۔ جب عقل اپنا کام ختم کر چکیگی تو ذات حقیقی رونما ہوگی۔ ثبوت اُن چیزوں کا ہو سکتا ہے جو کہ دیش۔ کال اور کارن کا دیہ (علت معلول) کے اندر ہیں۔ پرماتما ان سے پرے ہے۔ اُس کے ثبوت کے کیا معنی؟

آج کی بات

از کوی لوک ناتھ جی دِل خوشاب نواسی

ہو گئے ہیں حال سے بے حال اب بھول بیٹھے ہیں پُرانی چال اب
بیبیاں تو دفتروں کی شان ہیں گودی میں شوہر لئے ہیں بال اب
بیٹا ہوٹل میں اُڑاتا ہے کباب باپ کو ملتی ہے گھر میں دال اب
بُوڑھی دادی اسطرح گھر میں ہے جیسے چرخے کی پرانی مال اب
دادی اَن پڑھ اور پوتا اپٹوڈیٹ یہ ہُوا ہندوستاں کا حال اب
ڈیڈی۔ ممی۔ پنکی۔ پپو کا رواج بڑھتا ہی جاتا ہے آئے سال اب
ہر جگہ فیشن کی گڈّی چڑھ گئی کون پوچھے سادگی کا حال اب
پیالیوں کا اور پلیٹوں کا ہے راج اُٹھ گئے گھر سے گلاس اور تھال اب
مہربانی ساری سپر بیٹے کی ہے گھومتے ہیں جو دُپٹی لال اب
فونٹیں پین اور کلائی کی گھڑی ان کی ہے تلوار اور یہ ڈھال اب
ساز ہندی اور ولائتی ٹیُون ہے گیت ہندی اور ولائتی تال اب
چل رہے ہیں دیکھتے ہی دیکھتے دیش کے لڑکے بدیشی چال اب
شیشہ و شانہ کے دیکھو سر گھڑی ہو گئے محتاج اِن کے بال اب
پینٹ اور بوش شرٹ یُوں تن پر چڑھی کُرتہ پاجامہ ہوا پائمال اب

پہنتے ہیں ڈھیلا ڈھالا سُوٹ یہ — چلتے ہیں آوارہ فیشن چال اب
چھوڑتے ہیں جب بھی کالج یا سکول — سُوجھتا ہے اِنکو سینما حال اب
گنگناتے پھرتے ہیں یہ فلمی گیت — گلی بازاروں میں بانکے لال اب
لڑکیوں کے پیچھے ہیں یہ دوڑتے — تیز کر کے سائیکل کی چال اب
کرتے ہیں من مانی اپنی آئے دِن — بڑوں کا دیتے ہیں کہنا ٹال اب
سُن بزرگوں کے ادب کی بات کو — کرتے ہیں غصہ سے مُنہ فٹبال اب
تیزی سے چلنے لگی ہے بے دھڑک — ہنس کی بیٹی کوے کی چال اب
ہونٹ ہندی اور ولایتی لپسٹک — دیسی رُخ انگریزی خط وخال اب
گم ہوا اور مہندی کی بہار — نیل پالش سے ہیں ناخن لال اب
مُٹھی بھر پوڈر تو چمچہ بھر کریم — تب کہیں ہوتے ہیں پالش گال اب
بازو بھی ننگے ہیں ننگا پیٹ بھی — تن پہ کُرتہ ہو گیا جنجال اب
ہو گئی بے خوف کندھوں پر سوار — پتلی چُنری اور موٹی شال اب
بینی اور جوڑے کے بندھن کھل گئے — ہو گئے آزاد سر کے بال اب
سر سے اُترا اس طرح گھونگھٹ کا بھوت — ہو گئی شرم وحیا پامال اب
لاج گھر کی لُٹتی ہے بازار میں — سڑکوں پر بکھرا اپنے گھر کا مال اب
پڑھا لکھا اک زمانہ ہو گیا — اَن پڑھوں کی کیا گلے گی دال اب
وہ اندھیرا اب نظر آتا نہیں — روشنی نے یوں بچھایا جال اب
رہ گئیں چندھیا کے آنکھیں سر بسر — بیٹھے ہیں آنکھوں پہ پردہ ڈال اب

کاش! کہ ایسی چلے کوئی ہوا
لوٹ آئے دور گذرے وقت کا

بھگت لاکھاجی

خزائن کا مالک وہی ایشور ہے

مارواڑ دیش میں لاکھا جی ایک مشہور بھگت ہوئے۔ وہ اتنے سادھو سیوک بھگوت پریمی تھے۔ کہ اُن کی شہرت کی دھاک دُور دُور تک پھیل گئی حتیٰ کہ وہاں کے راجہ کو بھی آپ سے بڑی بھاری عقیدت ہو گئی۔ راجہ اُن کی سیوا اپنے لئے سو بھاگیہ خیال کرتے تھے۔ لیکن وہ حتے الوسع راج دھن سے پرہیز کرتے تھے اور جو کچھ اُنہیں اپنی مزدوری سے میسّر آتا تھا۔ اُسی میں گزران ہوتی تھی۔ اُن کا قول تھا کہ جو لوگ اپنی قلیل ترین کمائی میں ہی کسی دوسرے سے اُمید رکھے بغیر خوشی خوشی گزارہ کر سکتے ہیں۔ وہ ہی دُنیاوی پدارتھوں کی محبت سے آزاد ہو سکتے ہیں اور اسی لئے غریبی ایک بڑی برکت گنی گئی ہے۔

"واہ غریبی رنگلی جے گورملے فقیر"

یہ اُن کا ہی مقولہ ہے۔ جس کا مطلب یہ ہے کہ غربی ایک نہایت ہی رنگین اور خوبصورت شے ہے۔ بشرطیکہ سکھشا دینے والا کوئی کامل فقیر ہو۔

جب آپ کی لڑکی کی شادی کا وقت آیا تو ہزار روپیہ کا سامان راجہ نے لڑکی کی شادی کے لئے اُن کے ہاں بھیج دیا وہ بہت منع کرتے رہے مگر راجہ کے آدمی زبردستی وہ سامان اُن کے گھر میں پھینک ہی گئے۔ اسی طرح اور بھی کئی شردھالو بھگتوں نے اُن کے ہاں بہت سی اشیاء پہنچا دیں۔ مگر اُن کا تو نکتہ نگاہ ہی اور تھا۔ وہ تو اپنی کمائی اور اپنی حیثیت سے بڑھ کر ایک کوڑی بھی خرچ کرنے کو تیار نہ تھے۔ اس لئے لڑکی کی شادی کے ساتھ ہی اُنہوں نے ایک یگیہ بھی آرمبھ کر دیا۔ لڑکی کی شادی پر اپنی کمائی کے صرف پچاس ساٹھ روپے خرچ کئے اور باقی جو کچھ راج محل یا باقی عقیدت مندوں کے گھر سے آیا ہوا تھا۔ سارے کا سارا یگیہ کے موقعہ پر غریب غربا لوگوں میں تقسیم کر دیا۔

صرف اپنا ہی اور وہ بھی نیک نیتی اور محنت سے کمایا ہوا دھن کھانا نفس ضبط کے لئے پہلی سیڑھی ہے۔ وہ کہا کرتے تھے کہ جو ضبط نفس کا عامل نہیں۔ اُس کی دِ شے کامنائیں کبھی شانت نہیں ہو سکتیں۔ جو دِشے واسناؤں میں اٹک جاتا ہے۔ وہ پربھو کے راہ پر کیسے آئے گا۔ اس لئے پربھو کے ساتھ پریم اور پریتی بڑھانے والے لوگوں کو کبھی بھی کسی کے دھن کی طرف آنکھ اُٹھا کر نہیں دیکھنا چاہیئے۔

(ادم شم)

विहाय कामान्य: सर्वान्पुमांश्चरति नि:स्पृह:
निर्ममो निरहंकार:स शान्तिमधिगच्छति ।

ابدی سُکھ

شری سوامی پری پورنانند
جی مہاراج پورن

جہاں میں ڈھونڈتے سب ہیں ہمیں ہو ابدی سُکھ حاصل
ملیگا یہ وہاں سے ہی جہاں رہتا ہے یہ کامل

کبھی ڈھونڈیں یہ عورت میں کبھی دولت میں عزت میں
کبھی تعریف میں اپنی کہ نیکی کاموں میں فاعل

حقیقت میں ہے سُکھ رہتا پربھو کے چرن کملوں میں
شرن میں جو بھی آجائے اُسے ہوگا ضرور حاصل

نچھاور کردے سب کچھ ہی بنا رکھا ہے جو اپنا
بجز کرنے خودی کو بھینٹ خوشی ابدی ہے لاحاصل

کلام عارفاں ہے یہ وہی اس جا رہے گا خوش
پربھو کی یاد میں ہر دم رہے دن رات جو شاغل۔

نہیں منشا الگ کرنے کا تم کو کارِ دُنیا سے
رکھو دِل میں پربھو کی یاد جسم سے خواہ رہو شاغل

بھلے ہی وہ رہے جاہل نگاہ میں دُنیاداروں کی
مگر دِل میں پربھو کی یاد جسے ہر دم وہ ہے عاقل

صدق دِل سے سدا جپتے رہو تم نام ایشور کا
بُلانے پر وہ آتا ہے اگر ہو تم میں دردِ دِل

رہیگی ہر گھڑی ٹھنڈک سرورِ دل نہ ٹوٹیگا
گناہ سے دِل ہٹا پورن رہو حق سے سدا واصل

بھگت نیلامبر داس

جا کے سنگ ہری آپ ہیں تا کو کہا بگاڑ

بھگت نیلامبر داس کے مقدّر کا کیا کہنا۔ موہن کی موہنی کشش باطنی سے اِن کی طرف بے اختیار کھنچ گئے۔ نیلامبر داس دُنیا دی سُکھوں سے ہر طرح کامیاب تھے سُکھی تھے۔ استری، پُتر، دھن، دولت، جاہ و حشمت، سامان عیش و عشرت سب کچھ تھا۔ مگر ان تمام مایا دی دُنیا کا اُن پر جادو نہ چل سکا۔ وہ ایک دن اس حقیقی ناقابل مغلوب لاابدی و ازلی کشش کے زیر اثر سب کچھ چھوڑ کر چل نکلے۔ کہاں؟ بھگوان کے درشن کرنے کے لئے۔ وہ بھگوان کو یاد کرتے ہوئے جگن ناتھ پوری پہنچنے کیلئے شب و روز مسافت کے مصائب اُٹھانے لگے۔ اُن کو سمت کا بھی علم نہ تھا۔ کہ وہ کدھر جا رہے ہیں لیکن پھر بھی وہ جا رہے تھے۔ جدھر ان کا من لے جا رہا تھا۔ جذب دل، کھانے پینے، آرام کرنے کا مُطلق خیال نہ تھا۔ دُھن تھی تو صرف ایک ہی "جگن ناتھ پہنچ کر بھگوان کے درشنوں کی"۔ جگن ناتھ پوری اُن کے گاؤں سے نزدیک نہیں تھی کہ ایک دو دن میں پہنچ جاتے۔ کہاں شمالی صوبہ میں اُن کا گھر اور کہاں جنوبی پرانت میں شری جگن ناتھ پوری۔ مگر اُنہیں تو چلتے رہنے کے سوا کچھ خبر نہ تھی۔ اور نہ ہی تھا اُن کے سامنے کوئی اور نصب العین۔ خیر مصیبتیں جھیلتے جھیلتے آخر گنگا جی کے کنارے پہنچ گئے۔ گنگا میں طُغیانی تھی، زور و شور کے ساتھ۔ مہیب لہروں کے اُٹھنے اور گرنے کی ہیبتناک صدا سے دل کانپ اُٹھتا تھا۔ کوئی کشتی نہیں تھی۔ یہ نظارہ دیکھ نیلامبر داس جی گھبرا گئے کہ کس طرح دریا کو پار کیا جائے۔ اور بھگوان کے چرنوں میں سکون حاصل کیا جائے۔ کوئی تجویز سُوجھ نہیں پڑتی تھی۔ آخر بھگوان کی پرارتھنا میں ہمہ تن محو ہو گئے۔ کچھ وقت اِسی طرح گزر گیا۔ آخر ایک مچھوا (ماہی گیر) ندی میں جال پھینک کر مچھلی پکڑتا پکڑتا کشتی سمیت وہیں آپہنچا۔ اُسے دیکھ کر نیلامبر داس پر خوشی کا عالم طاری ہو گیا۔ اُس نے بھگوان کو دھنیہ واد دیتے ہوئے ماہی گیر کو آواز دی۔ "اے بھائی! کشتی کو ادھر لے آ۔ اور اس مصیبت کے وقت مجھے ندی سے پار کر دے۔ پیسوں کے لئے گھبرانے کی ضرورت نہیں۔ پار پہنچنے پر جو تو مانگے گا ضرور دے دیا جائے گا" ماہی گیر کی باچھیں کھل گئیں۔ دل میں سوچنے لگا۔ شکار اچھا پھنسا اس نے نیلامبر داس کو کشتی پر چڑھا لیا اور دریا میں اُتر گیا۔ ماہی گیر اس غرض سے کہ نیلامبر داس کو اس کس مپرسی کی حالت میں جان سے مار کر سب کچھ چھین لیا جائے۔ کشتی کو بلا وجہ دریا کے گرداب کی طرف بڑھانے لگا۔ نیلامبر داس نے بھی اس کے طور و اطوار سے اُس کی نیت کو بھانپ لیا۔ اُنہوں نے الشیور پر کامل بھروسہ رکھتے ہوئے بڑی بیخوفی کے ساتھ کہا۔ "بھائی! تیرا اس طرح

کشتی کو بے مقصد اِدھر اُدھر لے جانے کا کیا مطلب ہے؟ کیا تو مجھے مارنا چاہتا ہے؟ اچھی بات۔ میں دیکھونگا تو کس طرح اپنے اِرادہ میں کامیاب ہو سکتا ہے؟

نیلامبر داس کے یہ الفاظ سُن کر ماہی گیر نے...... خوفناک ہنسی کے ساتھ کہا۔ "تم تو بڑے دھرماتما اور الیثور بھگت معلوم ہوتے ہو۔ اس لئے جس کو یاد کرنا ہو کرلو۔ کیونکہ تھوڑی سی دیر میں تمہارا کام تمام ہوجائے گا۔"

نیلامبر داس جی اُس کی دھمکی سے یا موت کو سامنے دیکھ کر بالکل نہ گھبرائے اور ایشور کو یاد کرنے میں محو ہوگئے لِتنے میں پیچھے سے ایک بڑی رُعب دار آواز کانوں میں آئی۔ ماہی گیر کا دل کانپ اُٹھا اور نیلامبر داس کو گونہ مسرّت حاصل ہوئی۔ دونوں نے مُڑ کر دیکھا کہ کنارے پر ایک بانکا راجپوت تیر کمان تانے کھڑا ماہی گیر کو مخاطب کر کے کہہ رہا تھا

"ابے مچھوے! اِدھر کشتی لے آ۔ اگر تجھے زندگی کی اُمید ہے تو فوراً اِس کنارے سے کشتی کو لگا۔"

ماہی گیر کا رنگ فق ہوگیا۔ دِل مارے خوف کے کانپ اُٹھا۔ مگر پھر بھی اُس نے کانپتے ہوئے بازوؤں سے کشتی کو آگے ہی لے جانے کے لئے چپّو مارا۔ اِتنے میں ایک سنسناتا ہُوا تیر کشتی میں لگا۔ اور ہیبتناک للکار فضا میں گُونج گئی۔ "خبردار! او نیچ مچھوے۔ تو باتوں سے ماننے والا نظر نہیں آتا۔ اب کے ایک اِنچ بھی کشتی کو آگے لیجانے کی کوشش کی۔ تو دوسرا تیر تیرے سینے کے اندر پیوست ہوگا۔"



اب ماہی گیر کے ہوش ٹھکانے لگے اور سمجھا کہ اب کنارے پر کشتی لگائے بغیر زندگی کی خیر نہیں۔ چنانچہ اُس نے فوراً کشتی کو کنارے آلگایا۔

راجپوت نوجوان نے کہا۔ "او کمینے! دیکھ میں تم جیسے لوگوں کا جو غریبوں اور بے نواؤں کو ناحق ستانے، لوٹنے اور مارنے کا پیشہ اختیار کئے ہوئے ہیں، مجسم کال ہوں"۔

راجپوت کے یہ الفاظ سن کر نیلامبرداس نے اس کا بڑا دھنیہ واد کرتے ہوئے کہا۔ "اے محسن اعلیٰ! آج آپ نے عین وقت پر میری امداد کی اور مجھے موت کے منہ سے بچا لیا۔ ایک اور بھی مہربانی کریں اور مجھے جگن ناتھ پوری جانے کا راستہ بتا دیں۔ میں بھگوان کے درشنوں کے لئے ازحد بیتاب ہوں۔"

نوجوان راجپوت نے نیلامبرداس کو تسلی دی اور ماہی گیر کو خشمگین لہجہ میں کہا "جلد اس برہمن دیوتا کو ندی کے دوسرے کنارے چھوڑ آؤ۔ میں تمہاری اس کنارے سے خوب نگرانی کروں گا۔ اگر ذرا بھی تو نے خرابی کی۔ تو سمجھ لو یہاں سے ہی سنسناتا ہوا تیر تمہارا پیغام اجل بن کر تمہارے سینے سے پار ہو جائے گا"

ماہی گیر نے اتنے میں ہی اپنی خلاصی دیکھتے ہوئے نوجوان راجپوت کے قدموں کو چھوا اور بھگت نیلامبرداس کو کشتی پر بٹھا لیا۔ نیلامبرداس نے جاتی دفعہ ایک احسانمندانہ نگاہ اس راجپوت پر ڈالی اور ان کو ایسا معلوم ہوا کہ وہ راجپوت کوئی معمولی آدمی نہیں بلکہ پرماتما کا ہی سروپ ہے۔ اس کے درشنوں سے وہ گدگد ہو گیا۔

سچ ہے۔

"ڈنڈا پیرا اے وِگڑیاں تِگڑیاں دا"

تو کُن پرش سختی سے ہی راہ راست پر آتے ہیں۔

دوسرے کنارے پر پہنچ کر نیلامبرداس نے پھر اپنی راہ لی۔ کچھ دنوں بعد جگن ناتھ پوری پہنچ ہی گئے اتفاقاً اسی دن رتھ یاترا تھی۔ ساری پوری پر آنند کی گھٹائیں چھا رہی تھیں۔ بھگوان کے رتھ کے ساتھ ہزاروں زن و مرد بھگتی کے گیت گا رہے تھے۔ یہ دیکھ کر بھگت نیلامبرداس کا دل بلیوں اچھلنے لگا۔ مدت کی مراد بر آئی۔ وجد میں آ کر رتھ کے سامنے ناچنے لگے۔ آنکھوں سے پریم کی دھار بہہ رہی تھی۔ آخر و فورِ جذبات میں اتنا بیخود ہو گیا۔ نیلامبرداس نے شری جگن ناتھ کے پریم میں مگن ہو کر من کی بات پربھو کو کہی۔ بھگت اور بھگوان میں آنکھیں چار ہوتے ہی پُراسرار بات چیت ہو گئی۔ اور دیکھتے ہی دیکھتے نیلامبرداس جی رتھ کے سامنے گر پڑے اور ان کی آتما بھگوان کی آتما میں لین ہو گئی۔ لوگ ان کی سچی بھگتی و جذبۂ عشق کو دیکھ کر عش عش کر اٹھے۔

(ادم شم)

پریم پیالہ

پریم پیالہ جو پیے سیس دکشنا دے — لوبھی سیس نہ دے سکے نام پریم کا لے
پریم پیالہ بھر پیا راس رہا گور گیان — دیا نقارہ شبد کا لال کھڑے میدان
پریم پریم سب کو کہے پریم نہ چینہے کوئے — آٹھ پہر بھینا رہے پریم کہاوے سوئے
آیا پریم کہاں گیا دیکھا تھا سب کوئے — چھن روئے چھن میں ہنسے سو تو پریم نہ ہوئے

غوطہ مارا سندھ میں موتی لائے پیٹھ!
وہ موتی کیا پائیں گے جو رہے کنارے بیٹھ

"سندر سپن!"

شری ساجن بھارتی

بیساکھ کی بہار در آغوش رنگین فضاؤں نے صحنِ چمن کو لالہ زار بنا دیا تھا۔

سورج کی گنگا جمنی کرنیں صہبائے بہار میں مست و سرشار شاخوں کی گل بداماں پتیوں سے آنکھ مچولی کھیل رہی تھیں ——

نسیم کے مستانہ وار لطیف جھونکے خوشنما پھولوں کی نازک پنکھڑیوں سے اٹکھیلیاں کر رہے تھے ——

رنگین تتلیاں پھولوں پر رقص فرما تھیں ——

بھونرا کلیوں کے پریم میں مگن، پریم کے رس بھرے گیت گا رہا تھا ——

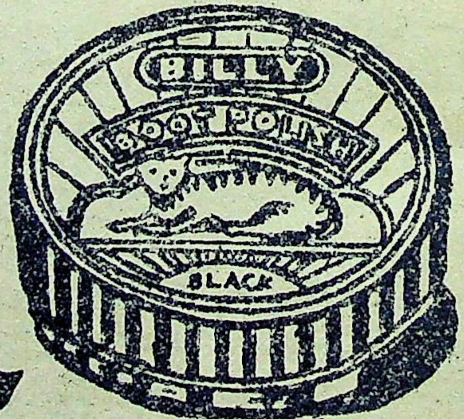
اور میری آنکھیں اپنے "کرشن کنہائی" کے "کومل ادھروں" پر رقص کرنیوالی "مدھر مسکان" کا "سندر سپن" دیکھ رہی تھیں

رباعیات

شری ساجن بھارتی

اللہ عطا کرنا نہ عظمت مجھکو
دینا نہ فرشتوں پہ فضیلت مجھکو
اک بار نکالا گیا جس جنت سے
اب ایسی نہیں چاہیئے جنت مجھکو

احساسِ خوشی و شادمانی۔ توبہ
تمیزِ شکست و کامرانی ۔ توبہ
دل "رنگِ دوئی" سے ہو گیا بیزار
اُف یہ شوقِ زبوں۔ "ذوقِ فانی" توبہ



بھگت چنڈی داس

شری ربیا رام شاہ فیروزپوری

پنجابی زبان میں ہیر رانجھے کا قصّہ لکھ کر سید وارث شاہ نے اپنے نام کو امر کر دیا ہے۔ اِس قصّے کے چند ابیات حول کا کہنا ہے۔ کہ ہیر نام ہے روح کا اور رانجھا نام ہے جسم کا۔ جس طرح رُوح کے بغیر جسم اور جسم کے بغیر رُوح کا کوئی مرئی وجود نہیں۔ اُسی طرح ہیر کے بغیر رانجھے اور رانجھے کے بغیر ہیر کا حال بالکل تباہ تھا۔ اِسی قسم کا ایک قصّہ مُلک بنگال میں شہرت حاصل کر چکا ہے۔ جو بھگت چنڈی داس اور رامی دھوبن کے بارے میں ہے۔

ہندوستان کے قدیم فلسفے نے محبّت کو تین مدارج میں تقسیم کر رکھا ہے۔

اوّل :۔ عشقِ مجازی یا جنسی اختلاط۔

دوئم :۔ عشقِ حقیقی یا عارفانہ اتصال۔

سوئم :۔ عشقِ روحانی یا جزو کا اپنے کل میں سما جانا۔

علاوہ ازیں اُپنشدوں کی رُو سے یہ تین اقسام کے عشق انفرادی حیثیت کے مالک نہیں ہیں۔ بلکہ عشقِ روحانی کی ہی مختلف کڑیاں ہیں۔ بہ الفاظِ دیگر جسم کی قرابت۔ بوس و کنار۔ وظیفۂ زوجیت۔ شعر و شاعری۔ رقص و سرود حمد و ثنا۔ توصیف و مراقبہ۔ خود شناسی و خود فراموشی وغیرہ اظہارِ محبّت کے مختلف ذرائع ہیں۔ اور عشقِ روحانی کے ابتدائی۔ ثانوی اور ضمنی مرحلے ہیں۔ وشنو مت کے پجاریوں نے اِس فلسفے کو رادھا اور کرشن کی مشہور تماثیل کے حوالوں سے ثابت کرنے کی کوشش کی ہے۔ جس میں کرشن کو بھگوان اور گوپیوں کو انسانی ارواح اور برِندابن کو میدانِ آگاہی کی صورت میں پیش کیا گیا ہے۔ لہٰذا ازاں وشنو مت کے اِسی فلسفہ کو تانترک شاخ کے بودھوں نے اپنے مٹھوں میں عملی صورت میں رائج کیا۔ دیو داسیوں کو دیوتا کے بُت کے سامنے ناچنا پڑتا تھا۔ فنِ موسیقی یا راگ ودیا کو علمِ معرفت اور تصوّف کی ایک ضروری شاخ قرار دیا گیا۔ اور وصلِ خداوندی سے وابستہ کتب کا بیشتر حصّہ شعر و شاعری اور نظموں کی شکل میں تصنیف کیا گیا۔ دیوتاؤں کو خوش رکھنے کے لئے بھجن۔ کیرتن۔ شبد۔ جاپ اور الاپ پر خاص زور دیا گیا۔

کہتے ہیں کہ چنڈی داس بھی اِسی قسم کے ایک مندر کا پُجاری تھا۔ شعر و شاعری اور فنِ موسیقی میں کمال دسترس

حاصل تھی۔ تمام چھوٹے بڑے اُس کی سیرت اور صُورت کے غلام تھے۔ چنڈی داس چودھویں صدی عیسوی میں جونپور کے قریب جوار میں واقع واسلی دیوی کے مندر کا ہر دلعزیز پجاری تھا۔ اور ذات کا براہمن تھا۔ ایک دن وہ دریا کے کنارے کنارے جہاں عورتیں کپڑے دھورہی تھیں۔ چلا جارہا تھا۔ اُن عورتوں میں ایک نوجوان دوشیزہ رامی بھی تھی۔ جو ذات کی دھوبن تھی۔ مگر حُسن میں کسی شہزادی یا دیو داسی سے کم نہ تھی۔ دونوں کی نگاہیں چار ہوئیں۔ پہلی جھلک میں صبر کا پیمانہ چھلک گیا۔ بھگت چنڈی داس اُسی لمحہ رامی کے عشق میں سرشار ہوکر بجائے مندر کا پُجاری رہنے کے پریم پجاری بن گیا۔ رامی نہایت ہی حسین اور شریف لڑکی تھی۔ مگر سماج کی نگاہوں میں ایک دھوبن کسی براہمن کی کچھ بھی نہیں ہوسکتی۔ تاہم چنڈی داس نے اپنے گیتوں میں کھلے بندوں اپنے عشق کا اقبال کیا۔ چنڈی داس کے گیت پیار کی حدود سے نکل کر پرستش کے درجہ تک پہنچے ہوئے جذبات سے معمور تھے۔ چنڈی داس کہے۔

"میری محبوبہ میں نے تیرے قدموں میں پناہ لی۔ جب تُو سامنے نہیں آتی تو مجھے چین نہیں آتی۔ تو میرے لئے اُسی طرح ہے۔ جس طرح ایک بیکس بچّے کے لئے ماں۔ تو میری دیوی تُو میرا خُدا ہے۔ تُو میرے گلے کی مالا ہے۔ تم میری پرستش اور میری دُعاؤں کی سجدہ گاہ ہو۔ میں تمہارے بغیر ایک پل بھی نہیں رہ سکتا۔ اپنے خوبصورت بالوں میں پھولوں کا گجرا نہ لگایا کرو اُبھرتے ہوئے جوبن کے گرد انگیا نہ کھینچا کرو۔ میں دبی ہوئی چنگاریوں رُکی ہوئی خواہشوں۔ ممنوع تمناؤں اور شکستہ تیروں کے سہارے کب تک اُڑتا رہوں گا۔ میری زندگی راحت نہیں۔ رنج بھی نہیں بلکہ ایک جستجو ہے۔ تیرے پیار میں سُلگتے رہنے کے بجائے ایک مرتبہ لپٹو رشعلہ بلند ہوکر بجھ جانے کو جی چاہتا ہے۔ محبّت ہی خُدا ہے۔ محبت ہی خدا کی سب سے بڑی طاقت ہے۔ فرض۔ اصُول گیان اور مذہب کی دیواریں اِس عظیم طاقت کے سامنے محض کھلونے ہیں۔ ساری خلقت ایک اشتراک میں بندھی ہوئی ہے۔ تکلیف بڑے کو ہو یا چھوٹے کو ہو تمام کائنات میں پھیل جاتی ہے۔ لیکن پھر بھی میرے دل میں کوئی خواہش نہیں ہے"۔

چنڈی داس کے گیت رامی کی بدنامی کا باعث بن گئے۔ یہ دیکھ کر چنڈی داس کو تو براہمنوں نے اپنی برادری سے خارج کر دیا۔ ادھر رامی کی ماں کو پتہ چلا تو اُس نے بیٹی کو مار مار کر کوٹھڑی میں بند کر دیا۔ گھر سے باہر جانے پر پابندی لگا دی۔ رامی نے کھانا پینا چھوڑ دیا اور دن بدن سُوکھ کر کانٹا ہوتی گئی۔

چنڈی داس کے درد بھرے گیت جو اُس نے رامی کے پیار میں لکھے فضاؤں میں بارہ سال تک گونجتے رہے۔ بچے چنڈی داس کو دیوانہ سمجھ کر اُسے پتھر مارتے۔ مگر وہ پاگلوں کی طرح ہنستا اور گاتا ہُوا رامی کی گلیوں میں گھوما کرتا۔ رامی بھی یہ خبریں سُن سُن کر نڈھال ہوئی جاتی تھی اُسے دِق کا مرض لاحق ہوچکا تھا۔ اِدھر چنڈی داس مرض دیوانگی میں مبتلا تھا۔ یہ ناگفتہ بہ حالت دیکھ کر چنڈی کے بڑے بھائی روی داس کو بہت ترس آیا۔ اُس نے چنڈی داس کے گورو سوامی سچدانند جی سے پرارتھنا کی کہ کچھ اُپائے کریں۔ گورو جی نے اپنا شفقت بھرا ہاتھ چنڈی داس کے سر پر رکھا اور محبت کا فلسفہ سمجھاتے ہوئے کہا "میرے بچے میں چاہتا ہوں کہ تم محبّت کی رُوحانی منزلیں طے کرو۔ عشق مجازی اور عشق حقیقی گھٹیا قسم کے عشق ہیں۔ عشق مجازی میں آدمی کی خواہش یہ ہوتی ہے۔ کہ وہ اپنی معشوقہ پر قبضہ جمائے اُسے اپنا بنالے۔ ہوسکے تو اُسے اپنی بیوی یا داسی بنا کر عشق کرے۔ بھلا کسی نازک بدن دوشیزہ کو غلامی کی زنجیروں میں جکڑنا کہاں کا عشق ہے۔ اگر تم عشقِ حقیقی کی طرف مائل ہوتے ہو تو تمہاری یہ خواہش ہوگی کہ تم اپنے خدا یا محبوب کے ہو جاؤ۔ اُس کی رضا کے سامنے سر کو جھکاؤ۔ اُسے مالک اور خود کو اُس کا غلام سمجھو۔ مگر یہ خودی کے خلاف ہے

وید ویاس جی تو کہہ گئے ہیں کہ سر وہ ہے جو خدا کے سامنے بھی نہ جھکنے پائے۔ اس لئے میرے عزیز شاگرد عشق روحانی ہی سب سے افضل ہے۔ جس میں نہ تو کسی کا غلام بننے کا سوال پیدا ہوتا ہے اور نہ کسی کو غلام بنانے کا سوال پیدا ہوتا ہے۔ بلکہ عاشق عاشق نہیں رہتا۔ معشوق معشوق نہیں رہتا۔ دونوں گھل مل کر ایک ہو جاتے ہیں۔

تو تو نہ رہا میں میں نہ رہا۔ بس جھگڑا خودی کا پاک ہوا۔

"میرے ہونہار بچے۔ رامی کے عشق مجازی سے باز آ ؤ۔ اس سے عشق حقیقی بھی نہ کرو۔ اگر کرنا ہی چاہتے ہو تو اس سے عشق روحانی کرو۔ دنیا کے بنانے والے رام کو ہونٹ روپ میں رامی کے اندر دیکھو۔ تمہارا کلیان ہوگا۔ عشق روحانی بڑا آسان ہے۔ یعنی عشق مجازی سے دستبردار ہو جانے کا نام ہی عشق روحانی ہے۔ محبت میں ہار جانے کو ہی "جیت" مانا جاتا ہے۔ میرے ہونہار لخت جگر اپنے بھائی کا کہا مان لو اور گھر چلے جاؤ۔"

اپنے بھائی روی داس کی آہ و فریاد اور گورو سچدانند کی خوشنودی کی خاطر چنڈی داس گھر لوٹ آیا اور اعلان کر دیا کہ رامی کے عشق مجازی سے میرا کوئی سروکار نہیں۔ وہ جہاں چاہے شادی کر سکتی ہے۔ میرا اس سے اب کوئی جسمانی یا مجازی سروکار نہیں ہے۔ یہ سن کر رامی کو غش آگیا اور وہ پھٹی پھٹی نگاہوں سے آسمان کو تکنے لگی جیسے کہ وہاں چنڈی داس بیٹھا ہو۔

چنڈی داس کے اعلان دستبرداری سے برادری والے براہمن بہت خوش ہوئے اور اسے شدھ کرنے کی رسم کی تیاریاں کرنے لگے ان کا خیال تھا کہ شودر قوم کی لڑکی سے پیار کرنے والے آدمی کا دل اور جسم ناپاک ہو جاتا ہے۔ چنانچہ اس مقصد کے حصول کی خاطر ہون کی آگ نے فضا کو منور کر دیا۔ وید منتروں کے الاپ کے باعث وجدانی کیفیت چھا گئی۔ چنڈی داس بھی وہاں لائے گئے۔ اور شدھی کی رسم کا آرمبھ ہوا کہ اتنے میں رامی وہاں آپہنچی تب چنڈی داس کو سوائے رامی کے کچھ بھی نظر نہ آیا۔ دونوں تیزی سے دوڑ کر ایک دوسرے سے بغل گیر ہو گئے۔ غش کھا کر زمین پر گر پڑے۔ اور اسی وقت ان کی روح ہمیشہ کے لئے قفس عنصری سے پرواز کر گئی۔ وہاں بیٹھے ہوئے چند ایک نیک دل براہمنوں کو ایسا ربی ملاپ دکھائی دیا۔ جیسے رامی "رادھا" ہو اور چنڈی داس کرشن ہ۔ "ادم شمع"

"بھگوت پریم انک"

جنوری سنہ ۱۹۶۲ء کا سالنامہ "پریم انک" کے نام سے منسوب ہوگا۔

ہماری اپنے معزز نامہ نگار صاحبان سے پرارتھنا ہے کہ وہ اپنے مضامین ۱۵ ستمبر سنہ ۱۹۶۱ء تک بھیجنے کی کرپا کریں۔

مینجر "ادم" دہلی

مہاتما مست رام جی

عاشقِ روحانی

ایس عشق دے اُلٹے چالے۔ بھر بھر دیند آپ پیالے سیلوک پی ہو دن متوالے۔ مُکھ تھیں کچھ نہ کہندے نی
عاشق مست ہو رہندے نی

عشق ہوراں دے اُلٹے رٹے۔ عاشق پھرن ہمیشہ پھٹے لوکی مارن پھڑ پھڑ وٹے۔ ایہہ گل عاشق کہندے نی
عاشق مست ہو رہندے نی

ایس عشق دی جاں اگ بھڑکے۔ لوکی دیون سُولی پھڑکے عاشق دا دِل ذرہ نہ دھڑکے۔ چوٹاں سر پر سہندے نی
عاشق مست ہو رہندے نی

عشق ہوری جد نشے چھکاون۔ گھر بار دی ہوش بھُلاون مکے، مسجد پیر نہ پاون۔ لوک دیوانہ کہندے نی
عاشق مست ہو رہندے نی

عاشق پھردے سدا حیرانے۔ لوکی سارے مارن طعنے! عاشق وسدے لامکانے۔ "صُم بکمُن" بہندے نی
عاشق مست ہو رہندے نی

مست رام کو جانو جھلا۔ مکھ تھیں رام نہ کہندا اللہ دُوجے دا نہیں پھڑدا پلہ۔ سوہنگ سوہنگ کہندے نی
عاشق مست ہو رہندے نی

سچا عاشق

ازمہاتما شہنشاہ جی مہاراج

سچا عاشق ہے جو وہ خوف و خطر کیا جانے
حسن یکتا کی قدر علم و ہنر کیا جانے

عشق کے اونچ کے رتبے کو خدا ہی جانے
پر جلیں یاں پہ فرشتوں کے بشر کیا جانے

رتبۂ مجنوں و لیلےٰ تو جانے کوئی
حسن لیلے کو بھلا شمس و قمر کیا جانے

صبر کہتے ہیں جسے شمع سے جا کر پوچھو
اور پروانہ بھلا صبر و شکر کیا جانے

دیکھ سکتی ہی نہیں دنیا کی آنکھیں اسکو
نور کیا شے ہے بھلا کورِ نظر کیا جانے

ناصح تجھ کو خبر دین کی دنیا کی سہی
ہے جو دونو سے پرے اسکو مگر کیا جانے

جاننا اس کو ہے تو جا کے شہنشاہ سے ملو
جو نہیں اس سے ملا۔ اسکی خبر کیا جانے

انسانوں کی بستی

از ناز سونی پتی

اس مکر و فریب کی دنیا میں ہر اہلِ دل گھبراتا ہے
ہے صبر و سکون و قرار کسے کوئی آتا ہے کوئی جاتا ہے

اس انسانوں کی بستی میں بستے ہیں درندہ خو انساں
انساں وہ کام کا انساں ہے، جو کام انساں کے آتا ہے

آرام کے طالب کو ہر دم آلام اُٹھانے پڑتے ہیں
جو دیتا ہے وہ لیتا ہے جو کھوتا ہے وہ پاتا ہے

ساحل کی تمنا کیوں کرتا وہ کوئی سہارا کیوں ڈھونڈے
موجوں کے تھپیڑے کھا کھا کر جو اپنا دل بہلاتا ہے

اے حضرتِ دل کچھ ہوش میں آ، دیوانہ پن یہ ٹھیک نہیں
تیرے ہرجائی بننے کا ہر کوئی مذاق اُڑاتا ہے

فریاد اثر سے خالی ہو جاتی ہے یہاں معلوم نہیں
"ہم جس کو غمِ دل کہتے ہیں اس دیس میں کیا کہلاتا ہے؟"

اے ناز و ادا کے متوالے اے رنگ و نور کے شیدائی
وہ تیرے ناز اُٹھائینگے؟ جن کے تو ناز اُٹھاتا ہے!

زندگی اور موت کے سوال کا حل

از شری کرپا رام جی ساہنی بی۔اے

لوگ کہا کرتے ہیں کہ جو جنا ہے ضرور ہی مرے گا۔ بات بالکل صحیح ہے۔ اس کے لئے پرمان یا دلیل کی ضرورت نہیں جبکہ ہم روز دیکھتے ہیں۔ کہ ایک پیدا ہوتا ہے۔ دوسرا مرتا ہے۔ بلکہ جو ہمارے رُوبرو پیدا ہُوا۔ پرورش پائی۔ اور بچہ سے جوان ہُوا۔ وہی ہمارے دیکھتے دیکھتے موت کی گود میں جا سویا۔ یہ سب کچھ بازیگر کے تماشہ کی طرح ہو گیا۔ بازیگر نے آکر تماشہ کرنا شروع کیا۔ سب کے سامنے آم کی گھٹلی زمین میں دبا لی۔ پانی ڈالا اور پھیلا لی۔ کچھ دیر بعد پودا بن گیا۔ پھر درخت ہو گیا۔ پھول آ گیا۔ پھل لگ گیا۔ سب نے اچھی طرح سے دیکھا لیکن چادر کے اُٹھاتے ہی درخت غائب۔ چلو تماشہ ختم۔

جیو آتما امر ہے۔ وہ بذاتِ خود ناش ہونے والا نہیں ہے۔ لیکن وہ ہمیشہ ایک شکل یا صورت میں رہنے والا بھی نہیں۔ سنسار میں جس قدر پدارتھ ہیں جتنی بھی اشیائے ہیں۔ ہستی سب کی قائم رہتی ہے۔ لیکن ایک شکل میں نہیں۔ سونا ایک چیز ہے۔ کنگن اُس کی شکل ہے۔ جب کنگن سے آرسی تیار کر دائی گئی۔ تب شکل تو تبدیل ہو گئی لیکن سونے کا وجود اُسی طرح کام کرتا ہے۔

وچارنے کی بات ہے۔ کہ کیا کوئی ہمیشہ ایک شکل میں قائم رہ سکتا ہے۔ تو سب ہی جواب دیں گے کہ نہیں کیونکہ تجربہ اور مشاہدہ ہر ایک کو بتلا رہا ہے۔ کہ جو پیدا ہوا ہے۔ ضرور مرے گا۔ انسان کا خوبصورت جسم رُوح کے جُدا ہوتے ہی خاک میں مل کر خاک ہو جاتا ہے۔ اس کے ذرے دوسری شکل اختیار کر لیتے ہیں۔ پہلی شکل معدوم ہو جاتی ہے۔ نظر تک نہیں آتی۔ اسی کو لوگ مرنا کہتے ہیں۔ جو مر گیا سو مر گیا۔ پھر وہ کہاں۔ یہ ضرور ہے کہ مرنے والے کی امر آتما کسی دوسری شکل کو اختیار کر کے دُنیا میں آ موجود ہوتی ہے۔ لیکن وہ پہلی شکل تو غائب ہو جاتی ہے۔ وہ تو لاکھوں تدابیر کرنے پر بھی نہیں مل سکتی۔ بس یہی ایک وجہ ہے کہ مرنے کا دُکھ مانا جاتا ہے۔ ورنہ بات ہی کیا ہے ایسا تو ہونا ہی ہے۔

دُنیاوی عیش و عشرت میں پھنسا ہوا انسان۔ جذبات کا غلام بنا ہُوا انسان۔ رغبت اور نفرت کے دو پاٹوں میں آیا ہُوا انسان۔ یہ کب سوچتا ہے کہ یہ میری ہستی برائے نام ہستی ہے۔ میری (آتما) کی کوئی شکل نہیں۔ صورت نہیں۔ تصویر نہیں۔ مورتی نہیں۔ جو کچھ بھی ہے وہ اس جسم کی ہے۔ اور یہ جسم مجھ سے جُدا ہے ایک روز تو بالکل ہی جُدا ہو جاویگا۔ اور مجھے کوئی دوسرا جسم دھارن کرنا پڑیگا۔ میں اسی طرح شروع سے جنم مرن کے سلسلہ میں گرفتار چلا آرہا ہوں اور جب تک اس جنم کے چکر سے چھوٹ کر نجات نہ پاؤں گا۔ تب تک اسی طرح گھومتا رہوں گا اور دُکھ پاتا رہونگا یہ نہیں سوچتا کہ دنیاوی ساز و سامان سب مجھ سے جُدا ہی ہیں۔ اور سب ناش ہونے والے ہیں۔ میرا ان سے کوئی بھی سمبندھ نہیں ہے۔ اور نہ کبھی ہو سکتا ہے۔

یہ نہیں سوچتا کہ گھر بار کے لوگ اور یار دوست یہ بھی سب مجھ سے جُدا ہی ہیں۔ نہ یہ میرے ہو سکتے ہیں اور نہ

ہیں اُن کا۔ دُور دراز کے مسافروں کی طرح سے ریل کے کمرے میں آ جمع ہوئے ہیں۔ جس وقت جس کا مقام آئیگا وہ اُسی وقت اپنا ڈنڈ کمنڈل اُٹھا کر چلتا بنے گا۔ غرض سوچنے کیلئے سب کچھ ہے۔ اور یہی وچار اس کو نیکی کے راستہ پر لا سکتی ہے۔ انسان کی پوجا پاٹھ۔ روزہ نماز۔ عبادت بندگی۔ اور جو کچھ بھی یہ ایشور کے لئے یا دھرم کے نام پر کرتا ہے۔ تب ہی سپھل ہو سکتی ہے۔ کہ جب اپنے آپ کا وچار کرے ورنہ سب کچھ بے سُود۔ مُراد آباد کے برتن مشہور ہیں۔ لکھنؤ میں کپڑا بنتا ہے۔ آگرہ میں دریاں تیار ہوتی ہیں۔ کلکتہ اور بمبئی تجارت کے دو بڑے شہر ہیں۔ اس سبق کو روز رٹے جائیے۔ نتیجہ کچھ بھی نہیں ہاں ان میں سے کوئی تجارت کر کے روپیہ کمایا جاوے تو سب کچھ ٹھیک ہے۔

اے دُنیا دارو! یا دنیا پرستو! زندگی کے بعد موت ہے۔ موت کے منہ میں پڑنے سے پہلے زندگی کو کامیاب بنالو۔ تُم نے سُنا ہوگا کہ بہت سے راجہ مہاراجہ امر ہو گئے۔ یعنی اُن کی کیرتی اُن کی نیک نامی اُن کی زندگی کے کارنامے آج تک زبان زد خلائق ہیں۔ اسی لئے ان کو امر کے لفظ سے پکارا جاتا ہے۔ بقول سعدیؒ

زندہ است نام نوشیرواں بعدل ۔۔۔ گرچہ بسے گذشت کہ نوشیرواں نماند

آپ بھی اپنے آپ کو نیک بنا دیں۔ پھر آپ بھی اُسی درجہ کے مستحق ہو جاویں گے۔ یہ بات یاد رکھنے کے قابل ہے کہ مرنے کو سب ہی مریں گے۔ حاکم بھی مرے گا اور محکوم بھی۔ نیک بھی مرے گا اور بد بھی۔ دھرماتما بھی مرے گا اور ظالم بھی۔ بھلا بھی مرے گا اور بُرا بھی۔ جوان بھی مرے گا اور بوڑھا بھی۔ امیر بھی مرے گا اور فقیر بھی۔ ستانے والا بھی مرے گا اور ستایا جانے والا بھی۔ شہ زور بھی مرے گا اور کمزور بھی غرضیکہ مریں گے سب۔ باقی کوئی نہیں بچے گا۔ ہاں یہ ضروری ہے۔ کہ کوئی دو دن پہلے جائیگا اور کوئی دو دن پیچھے پھر اس سے کیا جانا تو سب کو ہی ہے۔ اب سوال جانے یا نہ جانے کا نہیں ہے۔ بلکہ سوال ہے نیک نام اور امر ہونے کا۔ سوال ہے اپنی زندگی کو کامیاب بنانے کا۔ اور سوال ہے دُنیا میں شانتی اور سُکھ پھیلانے کا۔ یہ سب کچھ تب ہی ہو سکتا ہے کہ جب اپنی اصلیت پر غور کیا جاوے۔ اپنی طاقت کا اندازہ لگایا جاوے اپنے اور غیر کے سمبندھ میں نظر ڈالی جاوے اور قانونِ قدرت کے مطابق عمل کیا جاوے۔ ورنہ ؎

کل جو تھا موجود ہم میں آج وہ معدوم ہے۔
کل جو تھا زندہ سلامت آج وہ محروم ہے۔

فہرست کتب

دھارمک کتابیں
جو دفتر رسالہ اوم سے دستیاب ہو سکتی ہیں

شریمد بھاگوت پوران: مترجم شریمان پرمارتھی جی
حجم 864 صفحات کلاں قیمت رعائتی -/8/8

شری چیتنیہ بھگت مال: حجم ۹۰۰ صفحات قیمت -/5

شری یوگ وششٹ مہارسائن
حجم 300 صفحات۔ قیمت -/3

روحوں کی دنیا: یعنی زندگی۔ موت اور اس کے بعد۔ مصنفہ پنڈت جمنا داس جی انرلیقہ نواسی۔ قیمت :- 3/8/0

مرتک روحوں سے وارتالاپ مصنفہ پنڈت جمنا داس جی قیمت 8/0/-

تلسی رامائن:- اردو مجلد باتصویر -/8/8
بالمیکی رامائن:- منشی دوارکا پرشاد افق -/8/8
جپ جی و سکھمنی خواجہ دل محمد -/4/3
گیتا:- خواجہ دل محمد -/4/2
سکھمنی صاحب حکیم بیلی داس حصہ اول -/-/1
حصہ دوم -/-/2
کلام مضطر حکیم ریلی داس۔ آٹھ آنے -/8/-
امرت سرودر کلاں۔ مہاتما بھاگ مل جی سائیں 6/10/-

امرت سرودر خورد:- مہاتما بھاگ مل جی سائینی 1/8/0
شانتی کے گُر۔ -/4/-
اصلی جنم ساکھی گورو نانک صاحب 8/-/-
سالنامہ اوم نارائن انک 1/-/-
سالنامہ ویدانت انک۔ 2/-/-
سالنامہ شو انک:- ہندی 1/6/0
مہابھارت حصہ اول 725 صفحات 10/8/-
برہمچریہ ڈرامہ:- سوامی شوانند جی۔ -/8/-
آستک ناستک سنواد " " -/4/-
حب وطن:- دیوان پنڈی داس تمر۔ 1/-/-
ارمغان سخن:- از جب لال رعد 2/-/-
انسان اور سائنس پرنسپل چھبیل داس 1/8/-
ٹیگور ڈرامے۔ 2/8/-
پنڈت جی:- مصنفہ شرت چند 2/-/-
بڑی دیدی:- " " 2/-/-
رام درشن:- 1/-/-
گیتا رتن منظوم جو سال 1957ء میں رسالہ ادم میں شائع ہوئی تھی۔ 1/-/-
رتن رامائن (منظوم) 1/4/-
ویر رانی درگا وتی ناٹک -/4/-
گٹکا کبیر بھجن مالا۔ 1/8/-

ویدانت پردلپیکا:- ہندی، مصنفہ شری پربھودت گرودربان پرستھی۔ صفحات 164 روپیہ 5-0-1

شریمد بھگوت گیتا سمپورن اٹھارہ ادھیائے معہ مہاتم
قیمت:- 2/-

ہندو دھرم درپن مصنفہ لالہ ہرگوبند صاحب 2/-

رہبر صحت:- حکیم نند لال صاحب 1/8/-

گوبند ولاس (ہندی) سوامی گوبند آنندجی 1/8/-

اناسکتی یوگ یعنی گیتا بودھ مہاتما گاندھی 2/4/-

ویدانت چھند اولی مصنفہ بھولا بابا۔ حصہ اول 8/ حصہ دوم 8/

بھجن میراں بائی:- 6/

یوگ آسن 10/ ودُرنیتی 6/

روحانی دنیا:- 8/ چانکیہ نیتی 6/

کبیر دوہاولی:- 2/ تلسی دوہاولی 2/

سچے گورو کی پہچان - 2/ صبر کی انتہا 2/

ایک ہی راستہ 8/
آنند گائیتری 8/
مہرشی اور جگت گورو 6/
از شری آنند سوامی

شِو پوران مجلد 2/8/ درگا چنڈی شکتی 1/8/

گرڑ پوران 1/4/ ایکادشی مہاتم 1/-

رشی کیش کا مہاتما 1/- پریم پشپانجلی 1/-

سرگزشت ٹالسٹائی:- 1/8/-

تحفہ درویش یعنی پھولوں کا ہار۔ 2/-

سوانح حیات سوامی رام تیرتھ 1/4/-

پرم آنند کی پراپتی مصنفہ پنڈت جویلی رام 12/

آب گنگ - 1/- روپیہ
کوثر و تسنیم - 1/- "
صہبائے ناب - 1/- "
نرمل وچن امرت - 1/- "
از شری پرم ہنس سوامی نرمل ویدانت نکیتن امرتسر

کتب منشی سورج نارائن مہر

روحانیاں کہانیاں مجلد 3/8 بچار ساگر 1/8

کلام مہر 1/- گیتا مہر شرح 1/8/-

فلسفہ سانکھیہ 8/ غزلیات مہر 8/

سانکھیہ اور ویدانت - 8/ قصائد مہر 8/

مثنویات مہر:- /8/- راج یوگ 1/-

کرم یوگ /8/- بھگتی یوگ /8/-

تلسی کرت رامائن:- 8/ گلدستہ نظم حصہ اول 6/ حصہ دوم:- 6/

کتب لالہ کانشی رام چاولہ:-

امرت کنڈ - گیتا چہک - گیتا مہک
1/8/- 1/-/- 1/-/-

گیتا مہک - گیتا ہٹک - نادانیاں
1/- 1/- 1/4/-

جیون چرتر سوامی خزان چندجی جینی - 2/-

Illumination of Life 2/-

لطف زندگی - ذرا سا آدرش گرہست
2/- /8/ 1/-

پریت سینے:- انسان:- آدرش تہذیب
/10/- 2/- 8/

کتب مہاتما شوبرت لال ورمن

کبیر بھجناولی۔ روحانی اشارے۔ پراسرار حسینہ
2/4 1/4/- 1/8/ دگرہ دار معقع

شاہی سیاسی باپاراول۔ کیا ہندو قوم زندہ رہیگی
1/8 1/8/- 1/8/-

ڈرامے کشن چند زیبا

کایا پلٹ:- 1/12/- زخمی پنجاب 2/-

لنگوٹی والا ۔ سرون کمار دان ویر کرن
1/8/- 1/4/- 1/12/-
ستیہ وان ساوتری دھرم ادھرم یدھ
1/8/- 1/8/-
گر یجویٹ مزدور لولین عبادت
1/8/- 1/-/-
بھرتری ویراگ شتک 1/-/-

ضروری اطلاع

رسالہ اوم کے ایک پریمی سجن اپنا پرانا سٹاک متعلقہ رسالہ اوم فروخت کرنا چاہتے ہیں ۔ اگر کسی سجن کو درکار ہو تو وہ منگوا سکتے ہیں ۔ فہرست ملاحظہ فرمائیں :-

1 ۔ رسالہ جات ستمبر 36ء تا دسمبر 36ء 2/-
2 ۔ فائل سال 53ء مارچ تا دسمبر 53ء 5/-
3 ۔ مکمل فائل 55ء مع یوگ انک 6/-
4 ۔ مکمل فائل 54ء اوپاسنا انک 6/-
5 ۔ مکمل فائل 57ء مع سنت انک 6/-
6 ۔ مکمل فائل 58ء مع ویدانت انک 6/-
7 ۔ مکمل فائل 59ء مع سادھو انک 6/-
8 ۔ مکمل فائل 60ء مع بھگت مال انک 6/-

رسالہ کلیان ہندی کے مندرجہ ذیل انک برائے فروخت موجود ہیں ۔ ہندی پریمی منگوا کر لابھ اٹھاویں ۔

ناردوشنو پوران انک قیمت 7/8/-
بھگتی انک ۔ ۔ ۔ ۔ 7/8/-
تیرتھ انک ۔ ۔ ۔ ۔ 7/8/-
ست کتھا انک ۔ ۔ ۔ ۔ 7/8/-

پدم پوران انک ۔ ۔ ۔ ۔ 6/-
مہابھارت انک ۔ ۔ ۔ ۔ 15/-

ہندی کتب

پاتنجل یوگ پردیپ ۔ ۔ ۔ ۔ 5/8
ستیارتھ پرکاش (ہندی مجلد) ۔ ۔ 5/8
ہرتالکا برت کتھا ۔ ۔ ۔ ۔ دس آنے ۱۰/
پنچمی برت کتھا : ۔ ۔ ۔ ۔ دس آنے ۱۰/
برتارک سٹیک ۔ ۔ ۔ ۔ 2/8
مہابھارت ۔ از پروفیسر کوشل 2/-
مہابھارت ہندی لیکھک مہاشنکر مشر 5/8/-
مہابھارت : ہندی لیکھک بھیم سین ودیالنکار 1/4/-
پنچ تنتر ہندی ۔ ۔ ۔ ۔ 5/-
امرت ودیا سوامی پارس ناتھ ۔ ۔ ۔ ۔ 3/-
راشٹر تپن لیکھک سوامی شری ہری نارائن 2/8/-
دوہا مان سرود رعائتی قیمت 4/8/-
بھگوت گیتا بطرز رادھے شیام ۔ ازقلم لالہ بھورام
قیمت :- 1/8/-
تیسرا وشویدھ :- ازیوگی کیدارناتھ کوشل
2/8/-
Inside Vrinda Ban مصنف :-
شری جگن ناتھ کھنہ بی ۔ اے ۔ بی ۔ ٹی ۔
قیمت 1/50 روپیہ

Vol. 28
Monthly 'OM' Delhi.
JUNE 1961
Regd. No. D. 84

Title Printed at Kanwal Art Press Ajmeri Gate, Delhi-6